تنشیط الاذان

فی

تحقیق محل الاذان

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ والصلوٰۃ والسلام علیٰ نبیہ وصفیہ ۔ اما بعد ۔ شروع مین جب اذان خطبہ کا چرچا ہوا کہ مسجد مین ہونا بدعۃ ومکروہ تحریمی ہی تو حضرت عمدۃ الفقہا مولانا الحاج المولوی خلیل احمد صاحب صدر المدرسین مدرسۂ عربیہ مظاہر علوم سہارنپور دامت برکاتہم کیخدمت مین احباب متوسلین کے ادھر اُدھر سے متعدد خطوط آئے کہ اس مسئلہ پر کافی بحث ہونی چاہیے مگر حضرت مولانا دام فضلہم نے اسکو قابلِ اہتمام نہ سمجھا اور جواب لکھوا دیا کہ اس قسم کے مسائل جزئیہ مین کنج وکاؤ مناسب نہین کہ خواہ مخواہ کا فتنہ ہی آخر چار طرف اسکا شور بڑھتا رہا اور یہان تک نوبت پہونچی کہ جگہ جگہ فساد وتکرار ہونے لگا اور استفتا پر استفتا آنا شروع ہو گیے کہ مسئلہ کا حکم شرعی مدلل معلوم ہونا چاہیئے ۔ تب ضرورت ہوئی کہ مسئلہ اذان فی المسجد کی تنقیح کیجائے اور یہ امر متوارث جو شرقاً وغرباً اور عرباً وعجماً شائع ہے مدلل وموجہ بسط کیساتھ تحریر کیا جائے ۔ ہر چند کہ رامپور وکانپور وغیرہ سے اسکے متعلق فتاوے شائع ہو چکے تھے مگر مختصر ہونیکی وجہ سے طالبین کی سیری نہوئی اسلئے حضرت مولانا ممدوح زید مجدہم نے توجہ فرمائی اور آیاتِ قرآنیہ واحادیث نبویہ وروایات فقہیہ ور اجماع وتعامل سے اس کا کافی ثبوت واضح فرمایا اُمید ہے کہ اہلِ حق والصاف کے اطمینانِ قلب ورشفاء صدور کا وسیلہ ہوگا حضرات مخالفین کیخدمت مین ادب کیساتھ درخواست ہے کہ تہذیب ومتانت السان کا زیور ہے اور ہر مسلمان کو زیبا ہے کہ ادب کا پہلو کسیوقت بھی ہاتھ سے نہ چھوڑے اسلئے اگر جواب تحریر فرمادین تو سبّ وشتم سے اجتناب فرمادین ورنہ اندیشہ ہے کہ پھر ادھر سے بھی کسینے خیال کیا تو ترکی بہ ترکی جواب پر آمادہ ہوگا اور یہ صورت منصب علم وشان علماء کے خلاف اور عجز وکمزوری کی دلیل ہے

وما علینا الا البلاغ

الراقم

محمد عاشق الٰہی عفی عنہ (مولویفاضل) مدیر الرشاد سہارنپور

بار اول ۳۰۰۰ — بلالی سٹیم ساڈھورہ مین طبع ہوا باہتمام کرم بخش پرنٹر — قیمت ۱

بسم اللہ الرحمن الرحیم

سوال

کیا فرماتے ہین علمائے دین وفقہاء راسخین اس صورت مین کہ مولوی حامد رضا خانصاحب نے بتصدیق اپنے باپ مولوی احمد رضا خانصاحب وغیرہ کے ایک اعلان جو مضامین ذیل پر مشتمل ہے شدومد کے ساتھ شائع کیا ہے اور اسپر اُنکو نہایت اصرار ہے جسکی وجہ سے جگہ جگہ فساد وتکرار ہے۔

تفصیل مضامین

(١) جمعہ کی اذان ثانی جو خطیب کے سامنے ہوتی ہے اسکا اور ہر ایک اذان کا مسجد کے اندر ہونا مکروہ اور بدعت ہے (٢) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور خلفاء راشدین کے زمانہ مین یہ اذان مسجد سے باہر دروازہ پر ہوتی تھی (٣) اور کبھی منقول نہین کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم یا خلفاء راشدین نے کوئی اذان مسجد کے اندر دلوائی ہو۔ (٤) اور فقہ حنفی کی معتمد کتابون مین مسجد کے اندر اذان کو منع فرمایا اور مکروہ لکھا ہے۔ فتاوی قاضیخان فتاوی خلاصہ خزانۃ المفتین فتاوی عالمگیریہ۔ بحرالرائق شرح نقایہ برجندی فتح القدیر مین لایؤذن فی المسجد لکھا ہے۔ اور غنیہ شرح منیہ مین ہے۔ الاذان انما یکون فی المئذنۃ او خارج المسجد والاقامۃ فی داخلہ نیز باب الجمعہ فتح القدیر مین ہے۔ ھو ذکر اللہ فی المسجد ای فی حدودہ لکراھۃ الاذان فی داخلہ۔ طحطاوی علی مراقی الفلاح مین ہے یکرہ ان یؤذن فی المسجد کما فی القہستانی عن النظم۔ مولوی عبدالحی رح لکھنوی عمدۃ الرعایہ حاشیہ شرح وقایہ مین لکھتے ہین قولہ بین یدیہ ای مستقبل الامام فی المسجد کان او خارجہ والمسنون ھو الثانی

(٥) اور مکہ معظمہ مین یہ اذان کنارہ مطاف پر ہوتی ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ اقدس مین مسجد حرام شریف مطاف ہی تک تھی تو حاشیہ مطاف بیرون مسجد ومحل اذان تھا اور مسجد جب بڑھالیجائے تو پہلی جو جگہ اذان یا وضو کے لئے مقرر تھی بدستور مستثنے رہیگی تو مکہ معظمہ مین اذان ٹھیک محل پر ہوتی ہے۔ لہذا اگر مسجد بڑھا کر کنوان اندر کرلیا تو بند نہ کیا جاویگا۔ جیسے زمزم شریف۔ حالانکہ مسجد کے اندر کنوان بنانا ہرگز جائز نہین۔

(٦) مدینہ طیبہ مین یہ اذان خطیب سے بیس بلکہ زائد ذراع کے فاصلہ پر ایک بلند مکبرہ پر کہتے ہین طریق ہند کے تو یہ بھی خلاف ہے اب سوال یہ ہے کہ یہ مکبرہ قدیم سے ہے یا بعد کو حادث ہوا؟ اگر قدیم ہے تو مثل منارہ ہوا کہ وہ اذان کے لئے مستثنے ہے اسکی نظیر موضع وضو وچاہ ہین کہ

قدیم سے جُدا کر دئے ہون۔ اور اگر حادث ہے تو اسپر اذان کہنا بالائے طاق پہلے یہی ثبوت دیجئے
کہ وسط مسجد مین ایک جدید ایسا مکان کھڑا کر دینا جس سے صفوف قطع ہون کس شریعت مین جایز
ہے؟ قطع صف بلا شُبہ حرام ہے۔ بالجملہ اگر وہ جایز طور پر بنا تو مثل منارہ ہے اور ناجایز طور پر
ہے تو اُسے ثبوت مین پیش کرنا کیا انصاف ہے۔

(۷) لکڑی کا ممبر بناوین۔ یہی سنت مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم ہے۔

(۸) اگر صحن کے بعد مسجد کی بلند دیوار ہے تو اوسے قیام موذن کے لائق تراش کر باہر کیجانب جالی
یا کیواڑ لگائین۔ پس سوال یہ ہے کہ مضامین مذکورہ مندرجۂ اعلان صحیح ہین یا غلط؟ مدلل مفصل
تحریر فرماوین۔ (نوٹ) اعلان مذکور ہمسلک سوال ارسال خدمت ہے۔

الجواب

(۱) اذان خطبہ یا کسی اذان کا مسجد مین دیا جانا مکروہ تحریمی اور بدعت نہین ہے۔ اور اِس مدعی
پر متعدد دلائل قائم ہین۔

دلیل اوّل آیت قرآن شریف واذن فی الناس بالحج الآیۃ[۱]۔ حق تعالیٰ جل شانہ نے حضرت ابراہیم علیٰ
نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام پر وحی بھیجی کہ لوگون مین حج کا اعلان کر دو۔ تو اُنھون نے مقام ابراہیم
جو متبرک پتھر ہے اور دیوار کعبہ کے قریب رکھا ہوا تھا اُسپر کھڑے ہو کر بلند آواز کے ساتھ پکارا اور
اعلان فرمایا۔ اس سے واضح ہوا کہ مسجد مین بلند آواز کے ساتھ اذان دینا بلا کراہت جائز ہے
اور یہ فعل مکروہ نہین۔ اخرج سعید بن منصور وابن المنذر وابن ابی حاطب والبیہقی فی الشعب عن مجاھد
قال[۲] لما امر ابراہیم ان یوذن فی الناس بالحج قام علی المقام فنادی بصوت اسمع مابین المشرق والمغرب
یا ایھا الناس اجیبوا ربکم۔ واخرج ابن المنذر وابن ابی حاتم عن مجاھد قال تطاول به المقام
حتی کان کاطول جبل بالارض فاذن فیھم بالحج فاسمع من تحت البحور السبع الخ[۳] یہ دونون روایتین
درمنثور مین ہین۔ اور تفسیر ابن جریر مین ہے وذکر ان ابراہیم صلوات اللہ علیہ لما امرہ اللہ بالتاذین

[۱] اور اعلان کر دو لوگون مین حج کا ۱۲ [۲] جب براہیم علیہ السلام کو حکم کیا گیا کہ لوگونمین حج کا اعلان کر دو تو وہ کھڑے ہوئے
مقام پر پس پکارے ایسی آواز سے جو سُنائی دی مشرق و مغرب کے مابین سبکو کہ ای لوگو تعمیل کرو اپنے رب کی اور روایت کیا ہی ابن المنذر اور ابن
ابی حاتم نے مجاہد سے کہ اونچا ہوتا گیا مقام ابراہیم علیہ السلام کو لیکر یہانتک کہ زمین کے اونچے سے اونچے پہاڑ کی مثل ہو گیا پس حضرت
ابراہیم نے لوگونمین حج کا اعلان دیا پس سُنایا سات سمندر کے نیچے والونکو بھی ۱۲ [۳] اور مذکور ہے کہ ابراہیم علیہ السلام کو جب اللہ نے
حج کا اعلان دینے کا حکم فرمایا تو وہ کھڑے ہوئے اپنے مقام پر پس آواز دی کہ ای لوگو اللہ نے تمپر حج فرض کیا پس حج کرو اسکے قدیم گھر کا ۱۲

بالحج قام علی مقامہ فنادے یا ایھا الناس ان اللہ کتب علیکم الحج فحجوا بیتہ العتیق ط حدثنا ابن حمید قال حدثنا یحیی بن واضح قال حدثنا ابن واقد عن ابی الزبیر عن مجاھد عن ابن عباس رض قولہ واذن فی الناس بالحج قال قام ابراھیم خلیل اللہ علی الحجر فنادے یا ایھا الناس کتب علیکم الحج فاسمع من فی اصلاب الرجال وارحام النساء الخ اور اسیطرح سے متعدد روایات ہین جو ابن جریر نے اس باب مین نقل کی ہین۔ اب باقی رہی یہ بات کہ یہ پتھر جسپر ابراہیم علی نبینا و علیہ السلام نے کھڑے ہو کر ندا کی تھی اسوقت کہان رکھا ہوا تھا یعنی مطاف کے اندر تھا یا باہر؟ پس ہمارا دعوے یہ ہے کہ جسوقت حضرت ابراہیم صلوات اللہ علیہ نے یہ ندا کی تھی اسوقت وہ پتھر یعنی مقام ابراہیم دیوار کعبہ کے قریب تھا اور قدیم مسجد الحرام کے اندر تھا۔ اور دلیل اسکی یہ ہے کہ ملا علی قاری رحمہ اللہ نے اپنی شرح لباب المناسک مین لکھا ہے قال فی البحر والذے رجحہ العلماء ان المقام کان فی عھد النبی صلی اللہ علیہ وسلم ملصقا بالبیت قال ابن جماعۃ ھو الصحیح وروی الازرقی ان موضع المقام ھو الذی بہ الیوم فی الجاھلیۃ وعھد النبی صلی اللہ علیہ وسلم وابی بکر وعمر رضی اللہ عنھما انتہی والاظھر انہ کان ملصقا بالبیت ثم اخر عن مقامہ لحکمۃ ھنالک تقتضی ذالک۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ مین پتھر مقام ابراہیم متصل کعبہ تھا۔ کیونکہ حضرت ابراہیم صلوات اللہ علیہ جب بیت اللہ کی تعمیر اسقدر کر چکے جتنی کہ زمین پر کھڑے ہو کر سکتے تھے اسکے بعد تعمیر بلند ہوئی کہ ہاتھ نہ پہونچ سکا تو اسوقت مقام ابراہیم پر کھڑے ہو کر تعمیر فرمائی چنانچہ اسوقت سے اسوقت تک وہ پتھر اسی جگہ یعنی متصل کعبہ رکھا چلا آیا چنانچہ تاریخ قطبی مین اور نیز تمام سیر کی کتابون مین ہے وکان ابراھیم علیہ الصلوٰۃ والسلام یبنی واسمٰعیل علیہ السلام ینقل لہ الحجارۃ علی عاتقہ فلما ارتفع البنیان قرب لہ المقام فکان یقوم علیہ ویبنی۔ پس اس سے ثابت ہوگیا کہ پتھر مقام ابراہیم دیوار کعبہ کے قریب تھا جسپر کھڑے ہو کر خلیل اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اذان دی تھی۔ اور اسیطرح

۱؎ ابن حمید کی باسناد مسلسل روایت ہی کہ ابن عباس نے فرمایا واذن فی الناس بالحج کی تفسیر مین کہ کھڑے ہوئے ابراہیم خلیل اللہ پتھر پر پس پکارے کہ اے لوگو تمپر حج فرض کیا گیا ہی پس سنایا انکو بھی جو مردونکی پشتون اور عورتونکے پیٹونمین تھے ۱۲ ۲؎ بحر مین کہا ہے کہ علماء نے ترجیح اسکو دی ہے کہ مقام ابراہیم جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مین بیت اللہ سے ملا ہوا تھا۔ ابن جماعۃ کہتے ہین کہ یہی صحیح ہی اور ازرقی نے روایت کی ہے کہ مقام ابراہیم کیجگہ زمانہ جاہلیت اور جناب رسول اللہ و شیخین کے عہد مین یہی تھی جہان وہ اب ہے، اور زیادہ ظاہر یہی ہے کہ وہ بیت اللہ سے ملا ہوا تھا اسکے بعد کسی مصلحت سے جو مقتضی ہوئی اپنی جگہ سے پیچھے ہٹا دیا گیا ۱۲ ۳؎ ابراہیم علیہ السلام تو بناتے تھے اور اسمٰعیل علیہ السلام اپنے کندھے پر پتھر ڈھو کر انکو دیتے جاتے تھے پس جب تعمیر اونچی ہوگئی تو مقام

ابراہیم علیہ السلام اس پتھر پر کھڑے ہو کر تعمیر کرتے تھے ۱۲ ع

حضور فخر عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانۂ اقدس تک اُسی جگہ برابر رکھا ہوا چلا آیا اور بعد ازان کسی وجہ سے اپنی جگہ سے منتقل ہوا۔ اور اگر بالفرض تسلیم کرلیا جاوے کہ ابتدا سے مقام ابراہیم کی جگہ وہی ہے جہان وہ اب رکھا ہوا ہے تب بھی ہمارا مدعا ثابت ہے کیونکہ اب بھی وہ جگہ کنارۂ مطاف اور داخل مطاف ہے کیونکہ مطاف وہی ہے جو حجر رخام (سنگ مرمر) سے مفروش ہے اور موجودہ مقام ابراہیم اُسکے اندر داخل ہے پس اگر اسی جگہ خلیل اللہ صلوات اللہ علیہ نے اُسپر کھڑے ہوکر اذان دی ہو تب بھی مسجد کے اندر اذان کا دینا ثابت ہوا۔ اور اس روشن دلیل سے بخوبی ثابت ہوگیا کہ مسجد مین اذان دینا مطلقاً جائز ہے اور اُسمین بالکل کراہت نہین اور نہ وہ بدعت ہے بلکہ فی حد ذاتہ سنتِ ابراہیمی صلوات اللہ علیہ ہے۔

دوسری دلیل متعدد آیات قرآنیہ ہین چنانچہ سورۂ بقرہ کی آیت وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ مَّنَعَ مَسَاجِدَ اللّٰہِ اَنْ یُّذْکَرَ فِیْھَا اسْمُہٗ الآیہ [۵۱] اور دوسری آیت سورۂ حج کی ہے۔ وَلَوْلَا دَفْعُ اللّٰہِ النَّاسَ بَعْضَھُمْ بِبَعْضٍ لَّھُدِّمَتْ صَوَامِعُ وَبِیَعٌ وَّصَلَوٰتٌ وَّمَسٰجِدُ یُذْکَرُ فِیْھَا اسْمُ اللّٰہِ کَثِیْرًا [۵۲]۔ اور تیسری آیت سورہ نور کی ہے۔ فِیْ بُیُوْتٍ اَذِنَ اللّٰہُ اَنْ تُرْفَعَ وَیُذْکَرَ فِیْھَا اسْمُہٗ یُسَبِّحُ لَہٗ فِیْھَا بِالْغُدُوِّ وَالْاٰصَالِ [۵۳] الآیہ۔

یہ تینون آیات شریفہ صراحۃً اسپر دلالت کرتی ہین کہ مساجد محل ذکر اللہ اور عبادات کی جگہ ہین۔ عام اس سے کہ اذان ہو یا نماز اور تلاوۃ قرآن شریف ہو یا تقسیم اموال غنیمت یا علاوہ انکے اور کوئی ذکر ہو کیونکہ ذکر اللہ اور مساجد مین باہم بالذات تنافی و تزاحم نہین ہے تو اس سے ثابت ہوا کہ مساجد محل اذان ہین اور اذان فی حد ذاتہ مساجد مین مکروہ نہین۔

تیسری دلیل حدیث شریف ہے جسکی تخریج مشکوۃ شریف مین کی ہے اور اُسکو متفق علیہ

۵۱ اس سے زیادہ ظالم کون جسنے ممانعت کی اللہ کی مساجد مین اسکا نام لئے جانے کی ۱۲

۵۲ اور اگر بعض لوگون کو بعض کے ذریعہ سے اللہ کا دفع کرنا نہوتا تو ضرور منہدم کردیے جاتے گرجا اور خانقاہین اور معابد اور مسجدین جنمین اللہ کا نام لیا جاتا ہے بکثرت ۱۲

۵۳ ان مکانون مین جنکے متعلق اللہ نے اجازت دی کہ بلند کیے جائین اور انمین اللہ کا نام لیا جائے اسکی تسبیح کرتے ہین ان مین صبح و شام الآیہ ۱۲

کہا ہے اس مین مذکور ہے۔

فقال له[۱] ان هذه المساجد لا تصلح لشيء من هذا البول والقذر انما هي لذكر الله والصلوٰة وقراءة القران۔ اور نیز محدثین نے مختلف کتب حدیث مین مختلف الفاظ کے ساتھ اس کو نقل کیا ہے۔ چنانچہ کنز العمال مین مختلف روایات موجود ہین۔ منجملہ انکے یہ ہے۔

ان[۲] هذه المساجد لا تصلح لشيء من البول والقذر والخلاء وانما هي لقرأة القران وذكر الله والصلوٰة۔ حم۔ م۔ عن انس رضی الله عنه

ان احادیث سے بھی یہی ثابت ہوتا ہے کہ مساجد کی بنا صرف ذکر اللہ اور نماز اور قراۃ قرآن کے واسطے ہے اور چونکہ اذان بھی ذکر اللہ ہے اور اعلیٰ ترین ذکر اللہ ہے تو مساجد اُسکے لئے بھی محل ہونگی اور اذان بوجہ اسکے کہ ذکر اللہ ہے مساجد مین مکروہ نہوگی۔

چوتھی دلیل۔ غنیہ المستملی شرح منیۃ المصلی مین احکام مساجد مین بعد طویل بحث کے لکھا ہے فالحاصل ان المساجد بنيت لاعمال الآخرة مما ليس فيه توهم اهانتها و تلويثها مما ينبغي التنظيف ولم تبن لاعمال الدنيا ولو لم يكن فيه توهم تلويث واهانة على ما اشار اليه قوله عليه السلام فان المساجد لم تبن لهذا فما كان فيه نوع عبادة وليس فيه اهانة ولا تلويث لا يكره والا كره ولهذا انثر عليه السلام مالا اتاه من البحرين في المسجد وقسمه فيه وليس فيه امتهان بخلاف اقامة الحدود ونحوها۔ حاصل یہ ہے کہ مساجد کی بنا ان اعمال آخرۃ کیلئے ہے جنمین مسجد کی اہانت اور تلویث کا احتمال نہین جن چیزون سے صفائی ہونا مناسب ہے اور اعمال دنیا کے لئے مساجد کی بنا نہین ہے اگرچہ اُنمین تلویث اور اہانت کا وہم بھی نہو چنانچہ قول علیہ الصلوٰۃ والسلام مین اسکیطرف اشارہ ہی۔ بیشک مساجد ایسے کامون کے لئے نہین بنائی گئین پس جس فعل مین کسی نوع کی

---

[۱] پس آپ نے فرمایا کہ یہ مسجدین اس بول وبراز مین سے کسی چیز کے بھی شایان نہین بس وہ تو ذکر اللہ اور نماز و قراۃ قرآن کے لئے ہین ۱۲

[۲] بیشک یہ مسجدین اس پیشاب پاخانہ مین سے کسی چیز کے بھی شایان نہین اور بس وہ تو قرآن پڑھنے اور اللہ کے ذکر اور نماز کے لئے ہین ۱۲

عبادۃ ہو اور اسمین مسجد کی اہانت اور تلویث نہو تو وہ فعل مکروہ نہوگا ورنہ مکروہ ہوگا اور اسیوجہ سے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے وہ مال جو بحرین سے خدمت اقدس مین آیا تھا مسجد مین ڈالا اور وہین تقسیم فرمایا کیونکہ یہ بھی ایک قسم عبادت ہے اور اسمین مسجد کی توہین نہین ہے بخلاف اقامت حدود اور اُسکے امثال کے کہ اسمین مسجد کی توہین ہے - لہذا اقامت حدود مسجد مین مکروہ ہوگی -

اس روایت سے صاف ظاہر ہی کہ اذان چونکہ عبادۃ ہے اور اُسمین نہ مسجد کی توہین کا واہمہ ہے اور نہ تلویث کا لہذا بحکم اس روایت کے مسجد مین اذان کا ہونا مکروہ نہوگا اور یہ مضمون فقہ کی متعدد کتب معتبرہ مین موجود ہے -

تفصیل اس اجمال کی یہ ہے کہ افعال دو قسم کے ہین - عبادات اور غیر عبادات - غیر عبادات افعال کے لئے مساجد نہین بنائی گئین پس اُنمین سے وہ افعال جنمین توہین اور تلویث ہو اور وہ افعال جو معاصی ہون مسجد مین کرنا قطعاً ناجایز ہوگا اور وہ افعال جو مباح ہین اور جن مین تلویث اور امتہان نہین ہے اُنکا کرنا بھی مسجد مین مناسب نہوگا اور افعال تعبدیہ جنمین کسی قسم کی عبادۃ کا تحقق ہے اور اُنمین امتہان اور تلویث مسجد کا توہم ہے وہ ناجایز ہونگے مثلاً مسجد مین وضو کرنا اور حدود کی اقامت وغیرہا لیکن وہ افعال تعبدیہ جنمین امتہان اور تلویث کا توہم نہین ہے اُنکا مسجد مین کرنا فی حد ذاتہا مکروہ اور ممنوع نہوگا - حاصل یہ کہ افعال تعبدیہ باعتبار اپنی ذات کے مسجد مین بجالانا ممنوع نہین ہوسکتے - کیونکہ بحکم نصوص مساجد کی بنا عبادات ہی کیلئے کیجاتی ہے - البتہ اگر اِن افعال تعبدیہ کے بجالانے مین کراہت کا حکم ہوگا تو وہ باعتبار کسی امر عارض خارجی کے ہوگا اور وہ امر عارض خارجی توہم امتہان و تلویث ہے جو اذان مین قطعاً مفقود ہے - لہذا ثابت ہوا کہ اذان جو ایک فعل تعبدی ہے اور اُسمین کوئی امر عارض خارجی موجب کراہت یعنی توہم امتہان و تلویث قطعاً مفقود ہے بلا کراہت مسجد مین جائز ہے وہو المدعی -

شاید اس جگہ مجیب کو یا کسی دوسرے شخص کو جسے شرعیات مین غائر نظر نہین ہے یہ خلجان ہو کہ اذان مین ایک امر عارض خارجی موجب کراہت موجود ہے اور وہ رفع صوت ہے کیونکہ مساجد مین رفع صوت بحکم حدیث ممنوع قرار دیا گیا ہے اخرجہ[1] ابن عدی والطبرانی فی الکبیر والبیہقی وابن عساکر عن مکحول عن واصلۃ والی الدرداء والی امامۃ جنبوا مساجدکم صبیانکم ومجانینکم وسل سیوفکم واقامۃ حدودکم ورفع اصواتکم وخصوماتکم الخ

[1] بیان کیا ہے ابن عدی اور طبرانی نے کبیر اور بیہقی مین اور ابن عساکر نے روایت کی ہے مکحول سے انہون نے واصلہ اور ابو الدرداء اور ابو امامہ سے روایت کی ہی کہ بچاؤ اپنی مسجدونکو اپنے بچون سے اور دیوانون سے اور تلوارونکے سونتنے سے اور آوازین بلند کرنیسے اور جھگڑون سے

اس شبہ کا جواب یہ ہے کہ پیشتر ثابت ہو چکا ہے کہ مساجد کی بنا افعال تعبدیہ کے لئے ہے اور غیر افعال تعبدیہ کے لئے مسجدین نہین بنائی گئین پس رفع صوت کی دو حالتین ہین یا تو وہ عبادت ہے یا نہین ہے اگر وہ رفع صوت عبادۃ ہے اور مطلوب شرع ہے تب تو خود مساجد اسکے لئے بنائی گئی ہین اور وہ رفع صوت مساجد مین مکروہ نہین ہو سکتی۔ ہان البتہ وہ رفع صوت جو عبادت اور مطلوب شرع نہو بیشک ممنوع ہو گی۔ پس چونکہ اذان پنج وقتہ مین رفع صوت کا مطلوب شرع اور عبادت ہونا ظاہر ہے لہذا وہ رفع صوت مساجد مین کسیطرح مکروہ نہین ہو سکتی چنانچہ جمعہ کی اذان ثانی اور اقامتہ صلوۃ اور جہر بقرآۃ القران اور خطبہ یہ سب افعال تعبدیہ ہین۔ اور انمین بھی بقدر ضرورت رفع صوت شرعاً مطلوب ہے جو مرتبۂ عبادت مین داخل ہے لہذا وہ بھی مکروہ نہین۔ پس محض رفع صوت کیوجہ سے بلا تفریق تعبدؔ و غیر تعبدؔ کراہتہ کا حکم کرنا اصول شرع سے ناواقفیت کی دلیل ہے ورنہ اگر عام طور پر رفع صوت کی کراہت کا حکم کیا جاویگا اور کوئی امتیاز عبادت اور غیر عبادت کا نہ کیا جاویگا۔ تو اس سے بالضرور لازم ہوگا کہ اقامت اور خطبہ اور قراۃ قرآن مین بھی رفع صوت فی المساجد ناجایز و مکروہ ہو والّازم باطل فکذا الملزوم مثلہ دیکھو درمختار مین تصریح موجود ہے (۱) انہ صلے اللہ علیہ وسلم صلے آخر صلوتہ قاعداً وھو قیام و ابوبکر یبلغھم تکبیرہ و بہ علم جواز رفع المؤذنین اصواتھم فی جمعۃ وغیرھا۔ یعنی اصل الرفع واما ما تعارفوہ فی زماننا فلا یبعد انہ مفسد اذا الصیاح ملحق بالکلام۔ فقط

علاوہ ازین ہم جواب نمبر تین مین متعدد احادیث سے ثابت کرینگے کہ حضور فخر عالم صلے اللہ علیہ وسلم کے مبارک زمانہ مین مسجد مین اذان ہوئی ہے پس اگر رفع صوت اذان مین مسجد کے اندر مکروہ ہوتی تو آپ کے زمانہ اقدس مین یہ فعل کیون پایا جاتا۔ پس ثابت ہوا کہ مسجد مین اذان دیا اور آواز کا بلند کرنا اذان کے ساتھ ممنوع نہین اور اگر رفع صوت بالاذان کو مکروہ اور بے ادبی مسجد کی قرار دیجائیگی تو سب سے پہلے یہ بے ادبی حضرت ابراہیم خلیل اللہ صلوات اللہ و علیہ وسلامہ کر چکے ہین۔ اور فرشتہ جو آسمان سے تعلیم اذان کے لئے نازل ہوا تھا اسنے بھی یہ بے ادبی کی پھر بلال بھی یہ بے ادبی کرتے رہے۔ فلا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم عجیب ہے کہ چونکہ ان روایات پر

(۱) اسلئے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی آخری نماز بیٹھکر پڑھی اور مقتدی کھڑے ہوئے تھے اور ابوبکرؓ انکو حضرت کی تکبیر (تکبیر بلند) پہونچا رہے تھے اور اس سے مؤذنین کا جمعہ وغیرہ مین رفع صوت کا جواز معلوم ہو گیا۔ یعنی اصل رفع کا (جواز ثابت ہوا) اور یہ جو ہمارے زمانہ مین رائج ہے (کہ مکبر حد سے زیادہ چیختا ہے) پس عجیب نہین کہ (نماز کے لئے) مفسد ہو کیونکہ چیخنا کلام کیساتھ لاحق ہے ۱۲

نظر نہین لہذا عجب نہین اسکو یہ شبہ ہوا ہو کہ مسجد مین اذان دینا اسوجہ سے مکروہ ہے کہ اُسمین رفع صوت ہوتی ہے اور ہر رفع صوت مسجد مین مکروہ ہے پس اُسکو یا جس کسیکو یہ شبہ واقع ہوا اُسکو خیال کرنا چاہیئے کہ اس قیاس کے کبریٰ کی کلیۃ غلط ہے چنانچہ مفصلاً مذکور ہوچکا ہے۔

پانچوین[۵] فقہاء احناف رحمہم اللہ تعالے نے محل اذان بلند جگہ قرار دی ہے۔ چنانچہ صاحب رد المحتار نے قنیہ سے نقل کیا ہے۔ وسُن[۱] الاذان فی موضع عال والاقامۃ علے الارض۔ اور سراج سے نقل کیا ہے وینبغی[۲] للموذن ان یوذن فی موضعٍ یکون اسمع للجیران ویرفع صوتہ اس سے صاف واضح ہے کہ اذان کے اندر چونکہ اعلام غائبین مقصود ہے اسلئے اسکے اندر زیادہ رفع صوت مقصود ہے۔ اور اقامۃ چونکہ اعلام حاضرین فی المسجد کے لئے ہے لہذا اُسکے اندر بہت زیادہ رفع صوت مقصود نہین اسیوجہ سے اسکے لئے بلند مکان کی ضرورت نہولی چنانچہ صاحب رد المحتار نے اسکے بعد فرمایا۔ قلت[۳] والظاہر ان ہذا فی موذن الحی اما من اذن لنفسہ او لجماعۃ الحاضرین فالظاہر انہ لا یسن لہ المکان العالی۔ اس سے واضح ہوا کہ اقامت کے علاوہ اگر اذان مین بھی ایسی صورت ہو کہ اُسمین مخصوص حاضرین یا صرف اپنے نفس کے لئے ہو تو اُسکے لئے مکان عالی اور زیادہ رفع صوت مسنون نہوگی کیونکہ وہ اذان بھی مثل اقامۃ ہوگی۔ مولٰنا عبد الحی مرحوم نے سعایہ حاشیہ شرح وقایہ مین اسکو زیادہ واضح تحریر فرمایا ہے۔ لغز[۴]۔ ای اذان لا یستحب رفع الصوت فیہ۔ قل ہو الاذان الثانی یوم الجمعۃ الذی یکون بین یدی الخطیب لانہ کالاقامۃ لاعلام الحاضرین تو جب اذان جمعہ رفع صوت مین مثل اقامۃ ہولی تو جس طرح اقامۃ مسجد مین بالاتفاق مکروہ نہین ہے اسیطرح اذان جمعہ ثانی بھی مسجد مین مکروہ نہوگی

علاوہ ازین تمام فقہاء نے اذان جمعہ ثانی کے محل کو جو بیان کیا ہے تو اکثر نے تو یہ فرمایا ہے کہ۔ ویوذن[۵] ثانیاً بین یدیہ اے الخطیب اذا جلس علے المنبر در المختار۔ اور صاحب ہدایہ لکھتے ہین واذا صعد[۶] الامام المنبر جلس واذن الموذن بین یدے المنبر بذلک جری التوارث۔ اور مبسوط امام

---

[۱] اور مسنون ہے اذان کہنا اونچی جگہ پر اور تکبیر زمین پر ۱۲ [۲] اور مناسب ہے کہ اذان ایسی جگہ دیجائے جہان سے اہل محلہ کو خوب سنائی دے اور بلند آواز سے کہے ۱۲ [۳] مین کہتا ہون ظاہر یہ ہے کہ یہ (اونچی جگہ کی سنیت) محلہ کے موذن کیلئے ہے باقی جو شخص اپنے نفس کے لیے اذان دے یا ان لوگون کے لئے جو پہلے ہی سے موجود ہین۔ تو ظاہر یہ ہے کہ اسکے لئے اونچی جگہ کی سنیت نہین ہے ۱۲ [۴] چیستان۔ کونسی اذان ہے جسکے لئے آواز بلند کرنا مسنون نہین ہے؟ کہدے کہ جمعہ کی دوسری اذان جو خطیب کے سامنے ہوتی ہے کیونکہ وہ تکبیر کیطرح حاضرین ہی کی اطلاع کے لئے ہے ۱۲ [۵] دوسری اذان خطیب کے سامنے دیجائے جبکہ وہ منبر پر بیٹھ جائے ۱۲ [۶] اور جب امام منبر پر چڑھے تو بیٹھ جائے اور موذن اذان دے منبر کے سامنے اسیطرح توارث جاری ہے ۱۲

سرخسی مین ہے [1]والمعتبر اول الاذان بعد زوال الشمس سواء كان على المنبر او على الزوراء اور جامع الرموز مین ہے [2]واذا اذن الاول اے اول اذان بعد الزوال سواء كان على المنارة او عند الخطبة عنایہ شرح ہدایہ مین ہے [3]وكان الحسن بن زياد يقول المعتبر هو الاذان على المنارة لانه لو انتظر الاذان عند المنبر تفوته اداء السنة وسماع الخطبة اور نیز صاحب عنایہ تحریر فرماتے ہین [4]وكان الطحاوى يقول المعتبر هو الاذان عند المنبر بعد خروج الامام اور جامع الرموز مین ہے [5]واذا جلس الامام على المنبر اذن اذانا ثانيا بين يديه اے بين الجهتين المسامتتين ليمين المنبر او الامام ويساره قريبا منه ووسطهما بالسكون فيشتمل ما اذا اذن فى زاوية قائمة او حادة او منفرجة سب سے پہلے عاقل منصف بغور و تامل دیکھے کہ حضرات فقہاء[6] محل اذان خطبہ کو مختلف الفاظ کے ساتھ بیان فرمارہے ہین۔ کوئی منبر کے سامنے کہتا ہے کوئی[7] امام و خطیب کے سامنے کہتا ہے۔ کوئی[8] منبر کے اوپر کہتا ہے کوئی خطبہ کے نزدیک کہتا ہے۔ کوئی منبر کے نزدیک کہتا ہے اور کوئی امام اور منبر کے قریب بیان کرتا ہے۔ ان مختلف تعبیرات مین سے کوئی تعبیر بھی ایسی ہے جو بطور اشارہ بھی اسپر دلالت کرے کہ یہ اذان مسجد سے باہر ہونی چاہیے اور مسجد کے اندر نہ ہونا چاہیے ٭ میرے نزدیک کوئی عاقل منصف ان تعبیرات کے مدلولات کو دیکھکر اسمین ہرگز بھی تردد نہین کرسکتا کہ مراد اس سے یہ ہے کہ یہ اذان خطبہ مسجد کے اندر ہونا چاہیے ہان اگر ان الفاظ کے مدلولات کو کھینچ تان کر اور تاویلات بعیدہ کرکے ظاہری معنی اور مدلول سے بلا دلیل پھیر دیا جاوے اور خارج مسجد پر حمل کیا جاوے تو دوسری بات ہے مگر اس تصرف و تصریف سے اتباع شرع و رضاء حق حاصل نہین ہوسکتی جو مسلمان کا مقصود و مطلوب ہے۔ علاوہ ازین جب قرائن مین غور کیا جاوے اور یہ خیال کیا جاوے کہ یہ اذان خطبہ مسجد کے اندر ایک زمانہ دراز اور صدہا سال سے قرنا بعد قرن شرفا و غربا تمام بلاد

---

۱۵ اور معتبر (کار و بار چھوڑ دینے مین) اذان اول ہے زوال شمس کے بعد برابر ہے کہ منبر پر ہو یا زوراء پر ۱۲ ۲۵ اور جب پہلی اذان دیجائے یعنی زوال کے بعد عام ہے کہ منارہ پر ہو یا خطبہ کے نزدیک ۱۲ ۳۵ حسن بن زیاد کہا کرتے تھے کہ معتبر (وجوب سعی مین) وہی (پہلی) اذان ہے جو منارہ پر ہوتی ہے کیونکہ اگر اس (دوسری) اذان کا اعتبار کیا جائیگا جو منبر کے پاس ہوتی ہے تو سنتون کا پڑھنا اور خطبہ کا سننا فوت ہوجائیگا ۱۲ ۴۵ اور طحاوی کہا کرتے تھے کہ معتبر وہ اذان ہے جو منبر کے پاس ہوتی ہے امام کے (منبر کیطرف) نکلنے کے بعد ۱۲ ۵۵ جب امام منبر پر بیٹھ جائے تو دوسری اذان دیجائے اسکے آگے یعنی ان دو محاذی جہتون کے درمیان جو منبر یا امام کے داہنے اور بائین ہین امام کے قریب اور دونوں جہتون کے درمیان تاکہ اس صورت کو شامل ہوسکے جبکہ اذان دیجائے زاویہ قائمہ یا منفرجہ یا حادہ مین ۱۲

اسلامیہ مین ہورہی ہے اور آج تک کسینے اسپر انکار نہین کیا بلکہ تمام فقہاءؒ و علماءؒ اسکو جائز سمجھتے چلے آئے پس اگر یہ فعل مکروہ و ناجائز ہوتا تو ممکن نہ تھا کہ فقہاءؒ اپنی تصنیفات مین ایسے مواقع کے بیان مین ایسے الفاظ نہ کہتے جنسے اس بدعۃ پر قدح اور اعتراض ہوتا اور اعتراض کی جگہہ ایسے الفاظ بیان کرتے جس سے امر مکروہ کی تائیداور تقویۃ ہوتی۔ ان حضرات کا منصب تھا اور انکی حقانیت وحق گوئی کی شان اسکو مقتضی تھی کہ تصریح فرماتے کہ اذان کا مسجد مین ہونا جو معتاد و رائج ہورہا ہے۔ وہ مکروہ و بدعۃ ہے پھر تعجب ہے کہ باوجود اسکے کوئی فقیہ اس فعل مکروہ کی نسبۃ بشرطیکہ حسب زعم خصم مکروہ مانا جاوے بیان نہین کرتا کہ یہ فعل معتاد بدعت و مکروہ ہے دیکھو ایک صلوۃ الرغائب ہوئی تھی سو اسکی نسبۃ فقہاءؒ نے کسقدر شور مچایا اور اسکے کرنیوالونکی تقبیح و تذلیل کی چنانچہ علامہ شامی تحریر فرماتے ہین۔ قال فی البحر ومن ھٰھنا یعلم کراھۃ الاجتماع علی صلوٰۃ الرغائب التی تفعل فی الرجب فی اول جمعۃ منہ وانھا بدعۃ وما یحتالہ اھل الروم من نذرھا لتخرج عن النفل والکراھۃ فباطل پس ہمارا انجتہ خیال ہے کہ اگر یہ فعل بھی مذموم اور بدعۃ ہوتا تو متقدمین و متاخرین فقہاء احناف ہرگز اسپر سکوت نہ فرماتے اور اسکی کراہتہ علی الاعلان ظاہر فرماتے چہ جائیکہ اس مبحث مین فقہاءؒ نے بیان کراہتہ سے سکوت ہی نہین فرمایا بلکہ گویا عدم کراہتہ کی تصریح کردی اس سے صاف واضح ہوا کہ اذان خطبہ مسجد مین مکروہ نہین ہے۔

علاوہ ازین مذکورہ روایات سے اور نیز روایات احادیث سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ اذان اول جو حضرت عثمان رضی اللہ تعالی عنہ کے زمانہ مین حادث ہوئی تھی۔ وہ زوراء یا منارہ پر ہوتی رہی ہے اور جو اذان ثانی عند الخطبہ ہوتی تھی۔ وہ خطیب کے یا منبر کے سامنے ہوتی تھی۔ اب محل غور و تامل یہ امر ہے کہ ان دونون اذانون کا اختلاف محل کیون ہوا؟ جب ہر ایک اذان کے لئے خارج از مسجد ہونا ضروری ہے توجسطرح اذان اول زوراء یا منارہ پر خارج از مسجد دیگئی اسیطرح دوسری اذان بھی اسی جگہہ منارہ پر خارج از مسجد دیجاتی" پس محل اذان کی تبدیل دلالت کرتی ہے کہ اذان اول جو غائبین اور خارجین عن المسجد کے اعلام و اطلاع کے لئے تھی وہ تو خارج عن المسجد دیگئی اور دوسری اذان خطبہ جو اعلام حاضرین فی المسجد کے لئے تھی وہ مسجد مین دیگئی "معہذا" جو اذان منارہ پر دیجاتی ہے اگر منارہ داخل مسجد ہے تو اذان کا مسجد مین ہونا ثابت ہوگیا اور اگر خارج مسجد ہے تو پھر اذان ثانی کے عند المنبر ہونیکی کوئی وجہ نہین ہوسکتی۔

چھٹے اذان خطبہ کا خطیب کے سامنے یا منبر کے سامنے یا امام و منبر کے قریب ہونا امر متوارث ہے ہدایہ

بحر الرائق مین ہے۔ فاذا جلس علے المنبر[ف۱] اذن بین یدیه واقیم بعد تمام الخطبة بذلك جری التوارث
عینی شرح ہدایہ لکھتے ہین ھم بذلك[ف۲] ش اے بالاذان بین یدے المنبر بعد الاذان الاول علی المنارة
ھم جری التوارث ش من زمن عثمان رضی الله عنه الی یومنا ھذا۔ اور جو امر متوارث ہوتا ہے
وہ مکروہ اور ممنوع نہین ہوتا۔ رد المحتار مین ہے۔ فائدة اخری ان من احدث اذان اثنین معا بنو امیة
انتہی۔ قال الرملی فی حاشیة البحر ولم ار نصا صریحا فی جماعة الاذان المسمے فی دیارنا باذان الجوق هل
هو بدعة حسنة او سیئة وذکر الشافعیة بین یدے الخطیب۔ واختلفوا فی استحبابه وکراهته۔
واما الاذان الاول فقد صرح فی النهایة بانه المتوارث حیث قال فی شرح قوله واذا اذن المؤذنون
الاذان الاول ترك الناس البیع ذکر المؤذنین بلفظ الجمع اخراجا للکلام مخرج العادة فان المتوارث
فیه اجتماعهم لتبلغ اصواتهم الی اطراف المصر الجامع انتہی فقیه دلیل علی انه غیر مکروہ لان
المتوارث لا یکون مکروها۔ وکذلك نقول فی الاذان بین یدی الخطیب فیکون بدعة حسنة
اذ ما رآه المؤمنون حسنا فهو حسن انتہی ملخصا۔ اور یہی عبارة بعینہ قلیل اختلاف کے ساتھ فتاوے
حامدیہ مین مذکور ہے۔ خلاصہ اسکا یہ ہے کہ متعدد موذنین کی اذان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور
خلفاء راشدین رضی اللہ عنہم کے زمانہ مین نہین تھی خلفاء بنو امیہ نے اسکو ایجاد کیا۔ جو اذان خطیب
کے سامنے ہوتی ہے اُسکے متعدد موذنین کے اذان دینے مین علماء شافعیہ مختلف ہین۔ بعض مستحب
کہتے ہین اور بعض مکروہ۔ لیکن اذان اول کے متعلق نہایہ مین تصریح ہے کہ اُسکو متعدد موذنین
کا کہنا امر متوارث ہے۔ تو یہ قول اسپر دلیل ہے کہ وہ مکروہ نہین کیونکہ امر متوارث مکروہ نہین ہوا کرتا
اور ہم خطیب کے سامنے کی اذان مین بھی یہی کہینگے کہ یہ امر متوارث ہے۔ تو اُس اذان کا بھی متعدد موذنین
کا دینا مکروہ نہوگا۔ تو یہ بدعة حسنہ ہوئی اسلئے کہ جس فعل کو تمام مومنین اچھا سمجھینگے وہ اچھا ہوگا۔

اور یہ اذان ثانی عند الخطبة اسکا مسجد مین ہونا امام کے سامنے عرباً اور عجماً زمانہ اقدس صلی اللہ
علیہ وسلم اور خلفاء راشدین رضی اللہ عنہم سے اگر پیچھے بھی ہوا ہو۔ خواہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ
کے زمانہ مین ہوا ہو یا اُسکے بعد ہوا ہو۔ یہ امر متوارث ہے جو بلا نکیر ہوتا چلا آیا ہے۔ فقہاء متقدمین
اور متاخرین مین سے کسی نے بھی اپنے زمانہ مین اسپر انکار نہین فرمایا۔ اور جو ایسا فعل ہوگا وہ

ف۱ پس جب منبر پر بیٹھ جائے تو اذان دیجائے اسکے سامنے اور تکبیر کہی جائے خطبہ کے بعد۔ اسیطرح ابتدا سے چلا آیا ہی ۱۲

ف۲ متن۔ اسیطرح۔ شرح۔ یعنی منبر کے سامنے اذان کہنے پر اس پہلی اذان کے بعد جو منارہ پر ہوتی ہے توارث قائم ہے
یعنے عثمان رضی اللہ عنہ کے زمانہ سے آجتک ۱۲

بشرطیکہ کسی نص صریح کے مخالف نہو متوارث ہوگا۔ اور مکروہ و بدعۃ وضلالت نہوگا۔ پس خلاصہ پہلے
نمبر کے جواب کا یہ ہوا کہ اذان ثانی کا مسجد مین ہونا مکروہ اور بدعت وضلالت ہرگز نہین ہے۔
(۲) اس نمبر مین مجیب کا یہ دعوے ہے کہ یہ اذان رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے زمانہ اقدس اور
ابوبکر رضی اللہ تعالی عنہ کے زمانہ مین مسجد سے باہر دروازہ پر ہوتی تھی اور اسکا ثبوت سائب بن یزید
رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت ہے جسکی تخریج ابوداؤد نے کی ہے" جس سے غرض یہ ہے کہ خطبہ کی
اذان مسجد مین مکروہ ہے۔ حاصل استدلال یہ ہے کہ جب سائب بن یزید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی
روایت سے ثابت ہوا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اور شیخین رضی اللہ عنہما کے زمانہ مین یہ اذان
اسوقت ہوتی تھی کہ جب آپ منبر پر تشریف رکھتے اور مسجد کے باہر دروازہ پر ہوتی تھی تو اس سے
بانضمام دوسرے مقدمہ کے جس کا ذکر ص۳ مین آتا ہے کہ کبھی منقول نہین ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ
علیہ وسلم یا خلفاء راشدین رضی اللہ عنہم نے مسجد کے اندر اذان دلوائی ہو ثابت ہوتا ہے کہ اس
اذان خطبہ کا مسجد مین دینا اور نیز دوسری اذان وقتیہ کا بھی مسجد مین دینا مکروہ تحریمی اور بدعت ہوا۔
جواب اسکا یہ ہے کہ یہ استدلال بالکل غلط ہے اور یہ روایۃ اس مدعی کو کسیطرح مثبت نہین ہوسکتی
اوّلاً مجیب کا استدلال اس روایۃ کے لفظ علے باب المسجد سے ہے اور لفظ علے باب المسجد کے معنی
مین دو احتمال ہین اوّل یہ کہ مسجد کے باہر دروازہ پر اذان دی جاتی تھی۔ دوسرا احتمال یہ ہے کہ دروازہ
کے اوپر اذان دیجاتی تھی۔ مجیب نے پہلا احتمال اختیار کرکے استدلال کیا ہے اور دوسرے احتمال
کے ابطال کیطرف توجہ نہین کی۔ اوّل تو قاعدہ مسلمہ ہے کہ اذا جاء الاحتمال بطل الاستدلال جب
دوسرا احتمال مخالف قائم ہے تو محض ایک احتمال سے استدلال صحیح نہین ہوسکتا۔ علاوہ ازین یہ
احتمال جس سے مجیب نے استدلال کیا ہے دلیل کیساتھ مرجوح بلکہ غلط ہے۔ وجہ اسکی یہ ہے کہ لفظ
علی لغۃً استعلاء کے لئے موضوع ہے۔ خواہ استعلاء حسی ہو یا حکمی چنانچہ زید علے السطح اور علیہ دین
اسکی مثالین چھوٹی چھوٹی کتابون مین بھی لکھی ہین اور بموجب اس احتمال کے جسکو مجیب نے لفظ علی باب
المسجد مین اختیار کیا ہے لفظ علے نہ استعلاء حقیقی مین مستعمل ہوسکتا ہے نہ استعلاء حکمی مین بلکہ حسب
قرینہ صارفہ حالیہ لفظ بار کے معنی مین جو الصاق کے لئے ہے مستعمل ہو رہا ہے جو اسکے معنی مجازی ہین
اور بلا قرینہ صارفہ لفظ کو اپنے معنی حقیقی سے خارج کرکے مجازی معنی مین استعمال کرنا جائز نہین ہوسکتا
چہ جائیکہ قرینہ قویہ اسپر دلالت کرتا ہے کہ لفظ علے باب المسجد مین لفظ علی اپنے معنی حقیقی مین مستعمل ہے
چنانچہ صاحب بحر اور اکثر فقہاء تصریح فرماتے ہین کہ بلند مکان مین اذان کا ہونا مسنون ہے

؎ جب احتمال پیدا ہوگیا تو استدلال غتر بود ہوگیا ۱۲

چنانچہ بحر مین ہے ویسن[۱] الاذان فی موضع عال والاقامۃ علی الارض۔ اِس سے ظاہر ہے کہ فقہاء احناف کے نزدیک مطلق اذان خواہ اذان جمعہ ہو یا کوئی دوسری وقتیہ جبکہ اُس سے اعلام عام مقصود ہو بلند مکان مین ہونا مسنون ہے تو اس سے ثابت ہوا کہ فقہاء احناف رح نے علی باب المسجد کے معنی فوق باب المسجد اختیار کیا ہے کہ دروازہ کے اوپر چڑھنے سے اونچی جگہ حاصل ہو جائیگی نہ خارج باب المسجد علی الارض کہ دروازہ سے باہر ہو زمین پر۔ پس ثابت ہوا کہ لفظ علی باب المسجد کے معنی خارج باب مسجد کے لینا فقہاء رح کی منشاء و مُراد کے بالکل خلاف ہے۔

ثانیاً یہ روایت جس مین علی باب المسجد کی زیادۃ مروی ہے۔ محمد بن اسحٰق نے ابن شہاب زہری سے روایت کی ہے۔ سو اول تو محمد بن اسحٰق متکلم فیہ ہے کہ محمد بن اسحٰق کو حافظ ابن حجر نے اپنے رسالہ طبقات المدلسین مین طبقہ چہارم مین درج کیا ہے (خت م مقرونا ۴ محمد) بن اسحٰق بن یسار المطلبی المدنی صاحب المغازی صدوق مشہور بالتدلیس عن الضعفاء والمجہولین وعن شرمن ہم وصفہ بذلک احمد والدارقطنی وغیرہما۔
اور طبقہ چہارم کا حکم حافظ ابن حجر نے طبقات مین اسطرح بیان کیا ہے۔

(الرابعۃ) من اتفق علی انہ لا یحتج بشیٔ من حدیثہ الا بما صرحوا فیہ بالسماع لکثرۃ تدلیسہم علی الضعفاء والمجاہیل کبقیۃ بن الولید۔

اس تصریح سے یہ بھی واضح ہوگیا کہ اس طبقہ کے تدلیس کا یہ حکم کہ سماعت کی تصریح کے بغیر انکی حدیث سے حجت نہین ہوسکتی بلا خلاف متفق علیہ ہے اور حافظ ابن حجر نے شرح نخبہ مین فرمایا ہے۔

وحکم من ثبت عنہ التدلیس اذا کان عدلا ان لا یقبل عنہ الا ما صرح فیہ بالتحدیث علی الاصح اسپر علی قاری حنفی لکھتے ہین۔

وما تم فریق من المحدثین والفقہاء من عرف بارتکاب التدلیس ولو مرۃ صار مجروحا مردود الروایۃ وان بین السماع واتے بصیغۃ صریحۃ فی ھذا الحدیث او فی غیرہ من احادیثہ انتہٰی اور اگر عدم جرح تسلیم بھی کیجائے تو محمد بن اسحٰق چونکہ مدلس ہے اور

[۱] اور مسنون ہے اذان کہنا اونچی جگہ مین اور تکبیر زمین پر ۱۲ ۔ مائل ہوا ہی ایک فریق محدثین اور فقہاء کا کہ جس شخص کے تدلیس کے ارتکاب کا علم ہو جائیگا ایکبار سو وہ مجروح ہو جائیگا کہ اسکی روایت مردود ہے اگرچہ سماع بھی بیان کرے اور صریح صیغہ بھی ذکر کرے خواہ اسی حدیث مین یا اپنی دوسری حدیث مین ۱۲

مدلس کی روایۃ جو محض عنعنہ کے ساتھ ہو کہ تصریح باستماع نہو تو وہ کسیطرح بھی قابلِ اعتبار واستدلال نہین۔ دیکھو علامہ حلبی شرح منیہ مین لکھتے ہین۔

وروی[۵۱] ابوداؤد بسند فیہ محمد بن اسحٰق عن عبد اللہ بن زید الخ پھر لکھتے ہین:۔

وقال[۵۲] ابن خزیمہ سمعت محمد بن یحیےٰ الذھلی یقول لیس فے اخبار عبد اللہ بن زید فی قصۃ الاذان اصح من ھذا الے ان قال وخبر ابن اسحٰق ھذا ثابت صحیح لان محمد بن عبد اللہ بن زید سمعہ من ابیہ ومحمد بن اسحٰق سمعہ من محمد بن ابراھیم التیمی ولیس ھو مما دلسہ ابن اسحٰق۔

اس سے صاف ثابت ہے کہ محمد بن اسحٰق کی یہ روایت اذان اس وجہ سے درجۂ صحت مین پہونچی ہے کہ محمد بن اسحٰق نے سماع کی تصریح کردی ہے۔ اور تدلیس کے طور پر معنعن روایت نہین کی۔ اگر محمد بن اسحٰق اس روایت کو معنعن بطور تدلیس روایت کرتا تو قابل اعتبار نہوتی۔ پس ثابت ہوا کہ محمد بن اسحٰق کی معنعن روایۃ قابلِ اعتبار نہوگی۔ اور چونکہ روایت علے باب المسجد معنعن ہے لہذا قابل استدلال نہوئی۔

معہذا ابن شہاب زہری سے اُسکے متعدد شاگردون نے یہ روایت کی ہے چنانچہ ابن ابی ذئب اور عبد العزیز بن ابی سلمۃ الماجشون اور یونس بن یزید اور عقیل بن خالد اور صالح اور سلیمان تیمی نے سائب بن یزید سے

---

۵۱ اور روایت کیا ہے ابو داؤد نے ایک سند سے جس مین محمد بن اسحٰق ہے وہ روایت کرتا ہے عبد اللہ بن زید سے ۱۲

۵۲ ابن خزیمہ کہتے ہین کہ مین نے محمد بن یحیےٰ ذہلی سے سُنا ہے وہ کہتے تھے کہ عبد اللہ بن زید کی روایتون مین اذان کے قصہ کے متعلق اس سے زیادہ صحیح کوئی روایت نہین ہے اِسکے بعد فرماتے ہین اور ابن اسحٰق کی یہ روایت ثابت وصحیح ہے اس لئے کہ محمد بن عبد اللہ بن زید نے اسکو سُنا ہے اپنے باپ سے اور محمد بن اسحٰق نے اسکو سُنا ہے محمد بن ابراہیم تیمی سے اور یہ ان روایتون مین سے نہین جنکو ابن اسحٰق نے مدلس کیا ہے ۱۲

اذان کے متعلق روایت کی ہے۔ لیکن جو لفظ علےٰ باب المسجد کا محمد بن اسحٰق نے زیادہ کیا
ہے ان تمام شاگردون نے اپنی اپنی روایات مین وہ لفظ روایت نہین کیا تو جب محمد بن اسحٰق نے جماعت
ثقات کے خلاف ایک زیادت کی ہے تو وہ زیادۃ حسب قاعدہ مسلمہ احناف شاذ ہوگی اور ہرگز قابل اعتبار نہوگی
دیکھو تقلید غنم کے مسئلہ مین فقہاء احناف رح جمہور ائمہ کے مخالف ہین جمہور ائمہ تو اس روایت سے استدلال کرتے ہین جو اسود
بن یزید کی روایت حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے ہے جسکو بخاری نے اپنی جامع صحیح مین روایت کیا ہے لیکن فقہاء
احناف رح یہ فرماتے ہین کہ چونکہ یہ اثر شاذ ہے اسلئے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے تلامذہ یعنی عروہ و قاسم وغیرہ نے اسکی
یہ روایت کی ہے اور انہون نے یہ لفظ روایت نہین کیا جو اسود بن یزید روایت کرتا ہے تو یہ لفظ جمہور شاگردون کے خلاف ہے
اگرچہ اسود بن یزید ثقہ اور حافظ ہے تاہم شاذ ہے۔ لہذا قابل اعتبار نہین۔ بناءً علےٰ ہذا محمد بن اسحاق
کی زیادۃ جو زہری کے تمام عدول و ثقات شاگردون کے خلاف ہے کیونکر شاذ نہوگی اور کسطرح
اُس سے استدلال صحیح ہو سکتا ہے۔ علاوہ ازین مجیب اور اُسکے مصححین بلکہ اہل علم و انصاف غور
فرمائین کہ یہی سائب بن یزید ہین جنکی روایت کو فقہاء رح احناف اپنی کتابون مین نقل فرماتے
ہین چنانچہ امام شمس الائمہ سرخسی نے مبسوط مین اور صاحب فتح القدیر اور عینی نے شروح ہدایہ مین
سائب بن یزید کی روایۃ کو نقل فرمایا ہے لیکن کسی نے اُنمین سے اُس روایۃ کو اختیار نہین فرمایا
جسمین لفظ علےٰ باب المسجد کی زیادۃ مروی ہے۔ اس سے صاف واضح ہے کہ علماء احناف رح کے
نزدیک بھی یہ روایۃ قابل اعتماد نہین
ثالثاً مجیب کا اس روایت سے کراہت پر استدلال کرنا اس امر پر موقوف ہے کہ یہ ثابت ہو جاوے
کہ عموماً جو فعل جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہوا ہے اسکا خلاف مکروہ تحریمی ہے
حالانکہ یہ قاعدہ صحیح نہین اور صدہا جگہ منقوض ہے۔ چنانچہ ہدایہ مین ہے۔ والافضل للموذن ان
یجعل اصبعیہ فی اذنیہ بذلک امر النبی صلے اللہ علیہ وسلم بلالاً رضی اللہ تعالیٰ عنہ ولانہ ابلغ
فی الاعلام فان لم یفعل فحسن لانہا لیست بسنۃ اصلیۃ دیکھو اس جگہ ایک فعل یعنی کانون مین
بوقت اذان انگلیون کا داخل کرنا حالانکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہوا اور اس کا
مامور بہ ہونا بھی معلوم ہو گیا تاہم اسکا ترک مکروہ تحریمی نہوا پس اذان کے متعلق بھی ہم یہی کہتے

لہ بکری کے گلے مین قلادہ ڈالنا جس سے اسکا حرم کی نیاز کا جانور ہونا معلوم ہو ۱۲ سلہ موذن کے لئے افضل یہ ہے
کہ اپنی دونون انگلیان دونون کانون مین کرے یہی حکم فرمایا تھا نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو نیز اس لئے
کہ اطلاع مین یہ صورت بلیغ تر ہے پس اگر ایسا نکرے تب بھی کچھ حرج نہین اور حسن ہے کیونکہ وہ سنت اصلیہ نہین ہے ۱۲

ہین کہ اگر تسلیم بھی کرلیا جاوے کہ خیر القرون مین اذان خارج مسجد ہوئی ہے تو اسکی وجہ یہ تھی کہ وہ ابلغ فی الاعلام ہے اور باہر اذان دینے سے دور تک آواز جاتی ہے پس چونکہ سنتہ اصلیہ نہین ہے لہٰذا اُسکا ترک بھی مکروہ تحریمی نہین ہو سکتا۔ غور کے قابل یہ بات ہے کہ خود مجیب اپنے اُس اعلان مین بجواب سوال دوئیم لکھتے ہین کہ لکڑی کا منبر بنانا یہی سنتہ مصطفٰے صلے اللہ علیہ وسلم ہے۔ پس اس قاعدہ کے موافق ثابت ہوتا ہے کہ لکڑی کے علاوہ کسی دوسری چیز پتھر وغیرہ کا منبر بنانا خلاف سنتہ ہے تو مکروہ و بدعت ہوگا تو کیا مجیب اور اُنکے مصدقین نے کسی مسجد مین اینٹ اور پتھر کا منبر نہین بنوایا۔ یا کم از کم اُسکے استیصال مین بھی اسیقدر سعی کی ہے جسقدر اذان فی المسجد کے ازالہ مین ہو رہی ہے یا مثلاً بحر الرائق وغیرہ سے ہم ابھی نقل کر چکے ہین کہ ولیس الاذان فی موضعٍ عالٍ اس قاعدہ کے موافق جسپر مجیب کے استدلال کا دارمدار ہے ہموار زمین پر اذان کہنا مکروہ و بدعت ہو حالانکہ مجیب کے نزدیک وہ مکروہ نہین ہے۔ مجیب ردالمحتار سے نقل کرتے ہین امّا ما یفعلہ المؤذنون حال الخطبۃ من الترضی فمکروہ یہ کراہتہ تحریمی اس وجہ سے ہے کہ مخالف ہے وجوب انصات کے حکم کے لیکن جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے زمانۂ اقدس مین کسی خطبہ مین خلفاء اور صحابہ اور اہل بیت رضوان اللہ تعالےٰ علیہم اجمعین اور سلطان کا نام نہین لیا گیا جسطرح کہ اب خطبون مین عموماً شرقاً و غرباً عجماً و عرباً لیا جاتا ہے۔ تو یہ بھی حسب قاعدہ مجیب مکروہ و بدعت ہوگا۔ حالانکہ مجیب اور اُنکے مصدقین صرف موذنین کی ترضی کو مکروہ فرماتے ہین اور خطباء کے خلافِ سنتہ فعل کو ناجائز اور مکروہ نہین کہتے بلکہ اپنے خطبون مین غالباً پڑھتے ہین اگر فقہاء رح کے کلام مین تتبع کیا جاوے تو ثابت ہوتا ہے کہ سنتہ کے مخالف ہانو دلیل کراہتہ تنزیہہ اور اساءۃ کی ہوتا ہے۔ دیکھو صاحب ہدایہ فرماتے ہین۔ وان صلےٰ خلفہ او فی یسارہ جاز وھو مسیٔ لانہ خالف السنۃ یعنی اگر امام کے ساتھ ایک ہی مقتدی ہو اور وہ امام کے پیچھے یا بائین جانب کھڑا ہو گیا تو جایز ہے لیکن اسنے بُرا کیا۔ کیونکہ سنتہ کی مخالفت کی۔ اسپر علامہ شامی تحریر فرماتے ہین۔ قولہ کرہ اتفاقا الظاہر ان الکراھۃ تنزیھیۃ لتعلیلھا فی الھدایۃ وغیرھا بمخالفۃ السنۃ اس سے واضح ہو گیا کہ سنتہ کی مخالفۃ کراہتہ تنزیہہ کی دلیل ہوتی ہے نہ کہ تحریمی کی جو قریب ہے حرام کے۔

رابعًا۔ بالفرض اگر تسلیم کیا جاوے کہ علےٰ باب المسجد کے وہی معنی ہین جو مجیب نے سمجھے ہین تاہم کراہتہ پر اُس سے استدلال صحیح نہین ہو سکتا کیونکہ اس روایت سے فقط اسیقدر ثابت ہوگا کہ اذان

باب مسجد پر خارج از مسجد ہوتی تھی۔ اور یہ ہرگز دلیل کراہت اذان فی المسجد نہین ہوسکتی کیونکہ اول تو اسکا مدلول وجود اذان خارج از مسجد ہے اور اسکا مفہوم مخالف یعنی عدم وجود اذان خارج از مسجد یعنی وجود اذان داخل مسجد حسب قاعدہ اس سے ثابت نہین تو اذان فی المسجد کا عدم بھی ثابت نہوا تو کراہتہ تو کسیطرح ثابت نہوئی کیونکہ کراہت فعل کا وصف ہے اور جب تک موصوف کا وجود نہو اسوقت تک صفة کا وجود محال ہے پس کراہت اذان جمعہ فی المسجد پر اس سے استدلال کرنا کسیطرح صحیح نہین ہوسکتا۔

خامسًا یہ روایت دوام کو مستدیم نہین ہے جسکا خلاف ممکن نہو کیونکہ ممکن ہے کہ بعض اوقات اذان باب مسجد پر ہوئی ہو اور کسی دوسرے وقت دوسری جگہ ہوئی ہو پس جبتک ان ساری شقوق کا ابطال بدلایل فقہیہ ثابت نہوجائے اسوقت تک مجیب کا استدلال صحیح نہین چہ جائیکہ اسکے خلاف ثبوت صریح موجود ہو جیسا کہ نمبر آیندہ مین معلوم ہوگا

(۳) اس نمبر مین مجیب نے یہ دعوے کیا ہے کہ کبھی منقول نہین ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم یا خلفاء راشدین نے مسجد کے اندر اذان دلوائی ہو" مجیب کا یہ دعوے بالکل غلط ہے جو ناشی ہے عدم تتبع کتب احادیث و سیر سے کیونکہ متعدد روایات احادیث سے ثابت ہے کہ خود فخر عالم رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے زمانۂ اقدس مین اذان مسجد مین ہوئی ہے۔

(۱) سنن ابوداود مین ایک طویل حدیث ہے جسکا ٹکڑا یہ ہے رایت[۵۱] رجلاً کان علیہ ثوبین اخضرین فقام علے المسجد فاذن۔

(۲) رد المحتار جلد اول مین ہے وقال[۵۲] ابن سعد بالسند الی ام زید بن ثابتؓ کان بیتی اطول بیت حول المسجد فکان بلال یؤذن من اول ما اذن الی ان بنی رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم مسجدہٗ فکان یؤذن بعد علی ظہر المسجد وقد رفع لہ شیئ فوق ظہرہ۔

(۳) سعایہ حاشیہ شرح وقایہ مین مولنا عبدالحی صاحب مرحوم نے نقل فرمایا ہے وقال[۵۳] ابن سعد حدثنی محمد بن عمر قال حدثنی معاذ بن محمد عن یحیی بن عبد اللہ بن عبد الرحمن بن سعد بن زرارۃ

---

[۵۱] مین نے (خواب مین) ایک شخص کو دیکھا کہ اسپر دو کپڑے ہین سبز رنگ کے پس وہ کھڑا ہوا مسجد پر پس اسنے اذان دی ۱۲

[۵۲] اور ابن سعد نے کہا ہے زید بن ثابت کی والدہ تک سند پہونچا کر کہ میرا گھر مسجد کے گرد سب سے اونچا تھا پس بلالؓ اول جو اذان دیتے تھے تو اسی پر کھڑے ہو کر دیا کرتے تھے یہان تک کہ حضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنی مسجد شریف تعمیر فرمائی تب بلال مسجد کی چھت پر اذان دینے لگے اور مسجد کی چھت پر انکے لئے کچھ اونچائی کر دی گئی تھی [۵۳] بر صفحہ آیندہ

قال اخبرنی من سمع النوار ام زید بن ثابت تقول کان بیتی اطول بیت حول المسجد فکان بلال یوذن فوقه من اول مایوذن الی ان بنی رسول اللہ صلے اللہ علیہ و سلم المسجد فکان یوذن بعد علے اسقف المسجد وقد رفع له شئ فوق ظهره۔

(۴) سباحۃ الفکر مین مولٰنا عبدالحی صاحب رحمہ اللہ نے عینی سے نقل کیا ہے روی ابو الشیخ فی کتاب الاذان عن یزید بن ابی زیاد عن عبدالرحمن بن ابی لیلی عن عبداللہ بن زید الانصاری قال اهتم رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم للاذان الحدیث وفیه فقام علے سطح المسجد فجعل اصبعیه فی اذنیه واذن ورای ذلک عبداللہ بن زید فی المنام ویزید بن زیاد متکلم فیه۔

(۵) نسائی شریف مین طلق بن علی رضی اللہ تعالے عنہ سے ایک طویل روایت کی تخریج کی ہے جسکا ایک جملہ یہ ہے۔ فخرجنا حتے قدمنا بلدنا ثم نضحنا مکانها واتخذناها مسجداً فنادینا فیه بالاذان۔

(۶) سنن ابن ماجہ مین ایک طویل حدیث کی تخریج کی ہے جس کا ایک ٹکڑا یہ ہے۔ قال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ان صاحبکم قد رای رویا فاخرج مع بلال الی المسجد فالقها علیه ولینادبلال فانه اندی صوتا منک قال فخرجت مع بلال الی المسجد فجعلت القیها علیه وهو ینادی بها۔

(۳ صفحہ ۱۸) اور کہا ابن سعد نے کہ مجھسے حدیث کی محمد بن عمر نے انہون نے کہا مجھسے حدیث کی معاذ بن محمد نے انہون نے روایت کی یحیی بن عبداللہ بن عبدالرحمن بن سعد بن زرارہ سے انہون نے کہا کہ مجھے خبر دی اس شخص نے جسنے سُنا نوار یعنی زید بن ثابت کی والدہ سے وہ کہتی تھین کہ میرا گھر مسجد کے گرد سارے گھرون سے اونچا تھا پس بلال اول جو اذان دیا کرتے تو اسی کے اوپر دیا کرتے تھے یہان تک کہ بنائی رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے مسجد پس بلال اذان دیا کرتے تھے اسکے بعد مسجد کی چھت پر اور حال یہ ہے کہ مسجد کی چھت پر انکے لئے کچھ اونچائی کردی گئی تھی ۱۲

صفحہ ھذا ۷ روایت کیا ہو ابو شیخ نے کتاب الاذان مین یزید بن ابی زیاد سے انہون نے روایت کی عبدالرحمن بن ابی لیلی سے انہون نے عبداللہ بن زید انصاری سے وہ کہتے ہین اہتمام پیش آیا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو اذان کا آگے مفصل حدیث ہے کہ صحابہ نے ناقوس و آگ وغیرہ کے ذریعہ سے اطلاع کا مشورہ ہوا اور خواب مین فرشتہ نے کلمات اذان تعلیم کئے) اسی حدیث مین یہ ہے کہ پس کھڑے ہوئے (بلال) مسجد کی چھت پر پس کیا اپنی دونون انگلیون کو اپنے دونون کانون مین اور اذان دی اور ان کلمات اذان کو دیکھا تھا عبداللہ بن زید نے خواب مین ۱۲ ۵ پس ہم نکلے یہان تک کہ آئے اپنے (باقی آیندہ)

احادیث خمسہ سابقہ تو مدعی مجیب کے خلاف پر صراحۃً و نصاً دلالت کررہی ہیں اور حدیث سادس چونکہ اُسی واقعہ کا بیان ہے جو پہلی احادیث مین مذکور ہوا۔ لہذا یہ بھی اُسی پر محمول ہوگی۔

(۴) فقہ احناف کی بعض کتابون مین اذان کو مسجد کے اندر ممنوع اور بعض مین مکروہ لکھا ہے مجیب نے اس سے یہ سمجھا کہ اس سے مُراد کراہت تحریم ہے اور یہ فہم مجیب کا صحیح نہین ہے اوران روایات سے کراہت تحریم پراستدلال لانا بالکل غلط ہے۔ کیونکہ لفظ مکروہ کا اطلاق حرام اور مکروہ تحریمی اور مکروہ تنزیہی یعنی خلاف اولے پر بھی ہوتا ہے چنانچہ رد المحتار مین ہے۔ قولہ ومکروهه) هو ضد المحبوب قد يطلق على الحرام كقول القدوری فی مختصرہ ومن صلی الظهر فی مسجدہ یوم الجمعة قبل صلوٰة الامام ولا عذر له كره له ذلك وعلى المكروه تحريما وهو ما كان الى الحرام اقرب ويسميه محمد حراما ظنيا وعلى المكروه تنزيها وهو ما تركه اولىٰ من فعله ويرادف خلاف الاولیٰ كما قدمناه۔ تو اس عبارت سے جب معلوم ہوا کہ لفظ مکروہ کا اطلاق مختلف معنی پر ہوتا ہے تو جب تک یہ ثابت نہو جاوے کہ کونسی کراہۃ مُراد ہے اسوقت تک اعلیٰ درجہ کی کراہۃ یعنی تحریم ثابت نہوگی بلکہ ادنیٰ درجہ کراہت کا ثابت ہوگا جسکو خلاف اولے کہتے ہین۔ شامی مین ہے۔ وفی البحر من مکروهات الصلوٰة المكروه فی هذا الباب نوعان احدهما

(۲ صفحہ ۱۹) شہر مین پھر بہتے چھڑکاؤ کیا اس جگہ اور بنا لیا اسکو مسجد پس اعلان کیا اس مین اذان سے ۱۲

۳ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تمھارے رفیق نے خواب دیکھا ہے پس جاؤ بلال کے ساتھ مسجد کی طرف پس بتاتے جاؤ کلماتِ اذان انکو اور چاہیئے کہ بلال اذان دین کیونکہ انکی آواز تمسے بلند ہے۔ وہ کہتے ہین پس مین نکلا بلال کے ساتھ مسجد کی جانب پس انکو بتاتا جاتا تھا اور وہ اذان دیتے جاتے تھے ۱۲

صفحہ ہذا ۱ مکروہ۔ محبوب کی ضد ہے کبھی تو اس کا اطلاق حرام پر ہوتا ہے جیسے قدوری کا قول مختصر مین ہے کہ جسنے ظہر کی نماز پڑھلی جمعہ کے دن امام کی نماز سے پہلے حالانکہ اسکو کوئی عذر نہین تو اسکے لئے یہ مکروہ ہے (یعنے حرام ہے) اور کبھی مکروہ تحریمی پر بولا جاتا ہے اور وہ وہ ہے جو حرام کی جانب قریب تر ہو اور امام محمد اس کا نام حرام ظنی رکھتے ہین اور کبھی اس کا اطلاق ہوتا ہے مکروہ تنزیہی پر اور وہ وہ ہے جس کا چھوڑنا اولے ہو اسکے کرنے سے اور وہ خلاف اولے کا ہم معنی ہے۔ جیسا کہ ہم پہلے بیان کرچکے ہین ۱۲

ماکرہ تحریمًا وھو المحمل عند اطلاقھم الکراھۃ کما فی زکوٰۃ فتح القدیر وذکر انہ فی رتبۃ الواجب لا یثبت الا بما یثبت بہ الواجب یعنی بالظنی الثبوت۔ ثانیھما المکروہ تنزیھًا ومرجعہ الی ماترکہ اولیٰ وکثیرًا ما یطلقونہ کما فی شرح المنیہ فحینئذٍ اذا ذکروا مکروھًا فلابد من النظر فی دلیلہ فان کان نھیًا ظنیًا یحکم بکراھۃ التحریم الا لصارف للنھی عن التحریم الی الندب فان لم یکن الدلیل نھیًا بل کان مفیدًا للترک الغیر الجازم فھی تنزیھیۃ انتھی۔ اس تصریح سے واضح ہے کہ کراہت تحریم کا ثبوت محتاج دلیل ہے کہ جو نہی ظنی ہو بشرطیکہ وہ نہی کسی دلیل کے ساتھ مصروف عن التحریم نہو اور اگر کوئی قرینہ صارف عن التحریم موجود ہوگا تو اُس کراہتہ کو تحریم پر حمل نہیں کیا جائیگا بلکہ کراہتہ تنزیہ اور خلاف اولیٰ پر حمل کیا جائیگا۔ اور نیز اگر سرے سے دلیل ہی موجود نہو تو اُسوقت بھی کراہتہ کو تنزیہ پر حمل کرینگے۔

پس کراہتہ اذان فی المسجد کے مبحث میں جب غور کیا جاتا اور دیکھا جاتا ہے کہ بعض فقہاء نے اس پر کراہتہ کا اطلاق کیا ہے تو اسکی دلیل کا تتبع کرنا لازم ہوتا ہے جس سے امتیاز ہو جاوے کہ کراہتہ تحریمی ہے یا تنزیہی؟ پس اول تو جب تلاش کیا جاتا ہے کہ شریعت میں اذان فی المسجد کے متعلق کسی جگہ نہی وارد ہوئی ہے یا نہیں تو کوئی حدیث مسجد میں اذان کہنے کی ممانعت پر دلالت کرنیوالی دستیاب نہیں ہوتی اور وہ روایت جس سے رفع صوت فی المسجد کی ممانعت ثابت ہوتی ہے اس سے اسپر استدلال صحیح نہیں ہو سکتا چنانچہ پہلے مفصلًا عرض ہو چکا ہے بلکہ گذشتہ روایات سے اسکے خلاف متعدد احادیث سے مسجد میں اذان کا ہونا جو جواز پر دلالت کرتا ہے ثابت ہو رہا ہے اس سے واضح ہوگیا کہ بعض فقہاء نے جو اذان فی المسجد کی کراہتہ کا حکم کیا ہے وہ تحریم

۵ بحر میں کراہات صلوٰۃ کی بحث میں ہے کہ اس باب میں مکروہ کی دو قسمیں ہیں ایک وہ جو مکروہ تحریمی ہو اور فقہاء کے کراہت کو بلا قید ذکر کے وقت اسی پر حمل کیا جاتا ہے جیسا کہ فتح القدیر کی زکوٰۃ میں مذکور ہے کہ وہ واجب کے مرتبہ میں ہے کہ جس (دلیل) سے واجب کا ثبوت ہوگا اسی سے اسکا ثبوت ہوگا یعنی ظنی الثبوت۔ دوسری قسم مکروہ تنزیہی ہے یعنے جس کا ترک کرنا اولیٰ ہو اور فقہاء اکثر کراہت کا اسپر اطلاق کرتے ہیں جیسا کہ شرح منیہ میں ہے پس اسوقت ثابت ہوا کہ جب فقہاء کراہت کا ذکر کریں تو اسکی دلیل میں نظر کرنا ضروری ہے پس اگر ممانعت ظنی ہو تو کراہت تحریمی کا حکم کریں مگر یہ کہ کوئی صارف اس کو تحریم سے استحباب کی طرف پھیرنے والا موجود ہو اور اگر اس جگہ کوئی دلیل نہو بلکہ وہ مفید ہو غیر یقینی امر کے ترک کو تو وہ کراہت تنزیہی ہے ۱۲

نہین ہے بلکہ بمعنی خلاف اولیٰ ہے۔ جو لامرِ عارض پیدا ہوا ہے۔

تفصیل اس اجمال کی یہ ہے کہ ہم پہلے ثابت کر چکے ہین کہ عبادات کیلئے مساجد بنائی گئی ہین کوئی عبادۃ بالذات مسجد کے منافی نہین ہے ہان اگر اُسمین کوئی امر عارضی موجب کراہت پایا جاویگا تب حکم کراہت لامرِ عارض ہوگا اور اسکا تحریم یا تنزیہ ہونا تابع اُس عارض کے ہوگا کہ عارض اُٹھ جائے تو کراہت بھی اُٹھ جائے اور ذاتی اباحت بحالہا قائم رہے پس صورت موجودہ مین کوئی امر عارض ایسا نہین ہے جو اذان فی المسجد کی تحریم کو مقتضی ہو۔ بلکہ وہان صرف یہ عارض ہے کہ اذان کیلئے ایسی جگہ مناسب ہے کہ پڑوسیون اور دُور تک اہل محلہ کو اچھی طرح آواز پہونچے چنانچہ مبسوط مین امام سرخسی نے لکھا ہے ویؤذن المؤذن حیث یکون اسمع للجیران پس اگر اذان مسقف مسجد کے اندر ہوئی تو ظاہر ہے کہ اذان کی آواز قریب کے پڑوسیونکو بھی نہ پہونچیگی اور اگر غیر مسقف مسجد مین ہے تب بھی اس وجہ سے کہ غالب عرف کی بنا پر مسجد کی چار دیواری حائل ہو رہی ہے دُور کے پڑوسیونکو اذان کی آواز اچھی طرح نہین پہونچیگی اسلئے بعض فقہاءؒ نے تحریر فرمادیا ہے کہ مسجد مین اذان دینا مُناسب اور لایق نہین ہے سو اسکا یہ مطلب سمجھ لینا کہ مسجد مین اذان دینا بدعت اور مکروہ تحریمیہ ہے سخت لغزش ہے۔

خُلاصہ یہ ہے کہ فقہاء کی مُراد اس جگہ کراہۃ سے کراہۃ تنزیہ اور خلاف اولیٰ ہے نہ کہ کراہۃ تحریم۔ نیز یہ بھی ثابت ہوا کہ یہ کراہۃ تنزیہ بھی اُسی اذان کے متعلق ہے جسمین زیادہ رفع صوت اور زیادہ استماع جیران مقصود ہو اور جس اذان مین یہ مقصود نہو بلکہ وہ محض اعلام حاضرین کے لئے ہو جیسا کہ اذان جمعۂ ثانی اور اقامۃ کہ اُنمین مقصود فقط اعلام حاضرین ہے تو اونمین یہ کراہۃ تنزیہ بھی نہین ہے اسی لئے فقہاءؒ اس کراہۃ کو صرف باب الاذان مین لکھتے ہین اور اذان جمعۂ ثانی مین کوئی بیان نہین کرتا جس سے ثابت ہو رہا ہے کہ اذان جمعہ مسجد مین دینا خلاف اولیٰ اور مکروہ تنزیہ بھی نہین ہے۔

اور اگر فقہاءؒ کی روایات مین غور کیا جاوے تو اُنکے الفاظ سے یہ امر بخوبی ثابت ہوتا ہے کہ اذان فی المسجد کی کراہۃ محض تنزیہی اور خلاف اولیٰ ہے اور وہ بھی صرف اسوجہ سے ہے کہ اُسمین پڑوسیون کو آواز اچھی طرح نہین پہونچیگی مجیب نے فتاوی قاضیخان فتاوی خلاصہ۔ خزانۃ المفتین فتاوی عالمگیریہ۔ بحر الرائق شرح نقایہ سے نقل کیا ہے کہ لا یؤذن فی المسجد اور اس عبارت کو نقل کر کے اس سے کراہۃ تحریم پر استدلال کیا ہے۔ کاش اگر مجیب پوری عبارت عالمگیریہ کی لکھدیتے تو ہر شخص کو خود بھی معلوم ہو جاتا کہ اس سے کراہۃ تحریم مُراد نہین ہے۔ فتاوی عالمگیریہ کی پوری

عبارة اسطح ہے - وینبغی ان یوذن علے المیذنۃ او خارج المسجد ولا یوذن فی المسجد کذا فی فتاوی قاضیخان - اس عبارۃ کا حاصل یہ ہے کہ مناسب ہے اذان منارہ پر دیجائے جو داخل حدود مسجد ہے یا مسجد کے حدود سے بھی خارج دیجائے اور مسجد مین اذان نہ دیجائے - لفظ لا یوذن فی المسجد لفظ ینبغی کے نیچے داخل ہے اس سے واضح ہے کہ حدود مسجد مین خواہ مسجد مسقف ہو یا غیر مسقف یا فناء مسجد اذان دینا مناسب نہین ہے کیونکہ بوجہ احاطہ چہار دیواری اعلام پوری طرح نہو سکیگا اور مسنون یہ ہے کہ اذان ایسی جگہ ہو جہان سے پڑوسی اچھی طرح سُن سکین - اس عبارت سے جو امر ثابت ہوتا ہے وہ خود مجیب کے بھی خلاف ہے کیونکہ مجیب تو فقط مسجد حقیقی شرعی مین اذان کو مکروہ سمجھتے ہین اور اس عبارت سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ اذان حدود مسجد مین بھی جس جگہ جنبی اور حائض کو داخل ہونا جایز ہے - مکروہ ہے - پس اس سے یہ بھی غلط ہو گیا کہ اس کراہۃ کی علت رفع صوت فی المسجد ہے تو فی الحقیقۃ اس عبارت نے مجیب کے مدعی اور دلیل ور علت کو بالکل غلط کر دیا اور نیز یہی عبارۃ تبیین الحقائق شرح کنز الدقائق مین بھی ہے - وینبغی[1] ان یوذن علی المیذنۃ او خارج المسجد ولا یوذن فی المسجد بالجملہ ان دونون عبارتون سے جمعہ کی اذان اول اور اذان پنج وقتہ کے متعلق اسقدر ثابت ہوا کہ منارہ پر یا حدود مسجد سے خارج ہونا مناسب ہے اسلئے کہ اسمین زیادہ دور تک پہونچانا اور رفع صوت مقصود ہے لیکن جمعہ کی اذان ثانی کہ اسمین محض اعلام حاضرین مقصود ہے اسکا مسجد مین ہونا توان روایات کے حکم کی بنا پر خلاف اولیٰ اور مکروہ تنزیہی بھی نہوا چنانچہ علامہ شامی نے لکھا ہے وفی السراج[2] وینبغی للمؤذن ان یوذن فی موضع یکون اسمع للجیران و یرفع صوتہ ولا یجھد نفسہ الخ بحر قلت والظاھر ان ھذا فی مؤذن الحی اما من اذن لنفسہ او لجماعۃ الحاضرین فالظاھر انہ لا یسن لہ المکان العالی لعدم الحاجۃ تأمل - نیز سعایہ کی عبارت ہم پہلے نقل کر چکے ہین - (الغیر) ای اذان لا یستحب رفع الصوت فیہ ؟ قل ھو الاذان الثانی یوم الجمعۃ الذی یکون بین یدی الخطیب لانہ کالاقامۃ لاعلام الحاضرین صرح بہ جماعۃ من الفقہاء - بالجملہ مجیب نے متعدد کتب فقہ سے جو لفظ لا یؤذن ناتمام نقل کیا تھا اس سے اسکا مدعی ثابت نہوا بلکہ اسنے تمام

---

[1] اور مناسب ہے کہ اذان منارہ پر ہو یا مسجد سے باہر اور مسجد مین اذان نہ دیجائے ۱۲

[2] اور سراج مین ہے مناسب ہے موذن کیلئے کہ اذان دے ایسی جگہ مین جو پڑوسیون کو زیادہ سُنا نیوالی ہو اور اونچا کرے اپنی آواز کو مگر نفس کو مشقت مین نہ ڈالے (کہ چیخنے لگے) الخ بحر - مین کہتا ہون کہ یہ حکم محلہ کے موذن کے متعلق ہے ولیکن وہ شخص جو صرف اپنے نفس کے لئے اذان دے یا ان لوگونکے لئے جو حاضر ہین تو ظاہر یہ ہے کہ اسکے لئے اونچی جگہ مسنون نہین کیونکہ ضرورت نہین ۱۲

[3] برصفحہ ۹ ترجمہ دیکھو

مدعی کو غلط کردیا اسیطرح فتح القدیر سے جو عبارۃ نقل کی ہے وہ بھی مجیب کے مدعی کے لئے مثبت نہین کیونکہ عبارت فتح القدیر یہ ہے فالاولی ماعینہ فی الکافی جامعًا وھوذکر اللہ فی المسجد ای فی حدودہٖ لکراھۃ الاذان فی داخلہ ویزاد ایضًا فیقال ذکر فی المسجد یشترط لھا الوقت فتستحب الطہارۃ فیہ وتعاد استحبابًا اذا کان جنبًا کالاذان انتھٰے۔ حاصل یہ ہے کہ صاحب ہدایہ نے خطبہ کو اذان پر قیاس کرکے اسمین استحباب طہارۃ کا حکم کیا تھا اور علت جامعہ اسکی بظاہر نماز کیلئے شرط ہونا قرار دیا تھا۔ اسپر صاحب فتح القدیر نے لکھا کہ مقیس علیہ مین یہ علۃ مفقود ہے پس قیاس صحیح نہوا۔ اولی یہ ہے جو کافی مین جامع ذکر کیا ہے اور وہ ذکر اللہ فی المسجد ہونا ہے یعنی حدود مسجد مین کیونکہ اذان داخل مسجد مین مکروہ ہے اور بعد اسکے لکھا کہ اس علت پر اور بھی زیادتی کرتے ہین اور کہتے ہین کہ خطبہ ذکر اللہ فی المسجد ہے جسکے لئے وقت شرط ہے تو اسکے لئے طہارت مستحب ہوگی اور اگر بحالت جنابت پڑھا گیا تو استحبابًا لوٹایا جائیگا مثل اذان کے تو اس صورت مین علۃ جامعہ ذکر اللہ فی المسجد ہونا بزیادۃ اشتراط وقت ثابت ہوئی۔ اس سے واضح ہے کہ جنہون نے مطلق ذکر اللہ فی المسجد کو علت جامعہ قرار دیا ہے اُنکے نزدیک اذان فی المسجد مکروہ نہین اور جن لوگون نے کراہتہ اذان فی المسجد کا حکم دیا ہے اُنہون نے اس کلام کی تاویل فی حدودہٖ کی قید لگاکر کی ہے حالانکہ یہ تاویل کافی نہین ہے کیونکہ خطبہ مسجد سے خارج اگرچہ فناء مسجد کیون نہو نہین ہوتا اور اذان اُس قول کے موافق داخل مسجد نہین ہوسکتی تو اس تاویل سے بھی جامع کا مقیس اور مقیس علیہ مین متحقق ہونا نہ پایا گیا۔ بالجملہ اس کا مدار اختلاف اقوال پر ہے بعض کراہت کے قائل ہوئے ہین اور بعض کراہۃ کے قائل نہین ہوئے۔ چنانچہ یہ امر صراحۃً بھی روایت سے ثابت کیا جائیگا اور ظاہر ہے کہ امر مختلف فیہ بین الفقہاءرح کو کراہۃ تحریم پر حمل نہین کیا جاسکتا خصوصًا جبکہ وہ کراہۃ تحریم بلا دلیل ہو علاوہ ازین یہ حکم کراہت جو اس جگہ کیا گیا ہے یعنی جو بمعنی خلاف اولی ہے وہ صرف جمعہ کی اذان اوّل اور اذان اوقات خمسہ مخصوصہ کے ساتھ مخصوص ہے۔ جمعہ کی اذان ثانی کیساتھ متعلق نہین چنانچہ صاحب فتح القدیر ہدایہ کے اُس قول کے متعلق جسمین اذان مغرب کے بارہ مین جلسہ بین الاذان والاقامۃ ہونے نہونے کی بابت امام صاحبؒ اور صاحبینؒ مین خلاف ہورہا ہے۔ لکھتے ہین قولہ والمکان فی مسئلتنا مختلف یفید کون المعہود اختلاف مکانھما وھو کذالک شرعًا والاقامۃ فی المسجد ولابد۔ واما الاذان فعلی المئذنۃ فان لم یکن ففی فناء المسجد وقالوا لا یوذن فی المسجد اس عبارۃ سے واضح ہے کہ اذان اور اقامت مین مکان کا اختلاف

ہونا چاہئے۔ کیونکہ اذان اعلام غائبین کے لئے ہے اور اسی لئے اذان میذنہ پر ورنہ فناء مسجد مین دیجاتی ہے اور اقامۃ چونکہ اعلام حاضرین کے لئے ہے لہذا اُسکا مسجد مین ہونا چاہئے تو اس سے واضح ہو گیا کہ جمعہ کی اذان ثانی چونکہ اُس سے بھی اعلام غائبین مقصود نہین ہے لہذا نہ اُسکے لئے اختلاف مکان کی ضرورت اور نہ منارہ کی حاجت بلکہ وہ اذان مثل اقامۃ ہو گی لہذا اُسکا مسجد مین ہونا بھی مکروہ نہو گا اور کراہۃ کا حکم اذان اوقات خمسہ کے لئے مخصوص ہو گا اور کراہۃ بھی تنزیہی ہو گی اب باقی رہا یہ امر کہ اس کراہۃ مین فقہاء رح کا اختلاف ہو رہا ہے کہ بعض مکروہ فرماتے ہین اور بعض غیر مکروہ چنانچہ جامع الرموز مین ہے وفیہ ایذان بوجوب الجہر بالاذان لاعلام الناس فلو اذن لنفسہ خافت لانہ الاصل فی الشرع کما فی کشف المنار وبانہ یؤذن فی موضع عال وہو سنۃ کما فی القنیہ وبانہ لایوذن فی المسجد فانہ مکروہ کما فی النظم وفی الجلابی انہ یوذن فی المسجد او ما فی حکمہ لا فی البعید عنہ اس عبارۃ سے واضح ہے کہ اذان کے لئے رفع صوت کی ضرورت اعلام کی غرض سے ہے اگر اعلام مقصود نہو۔ بلکہ صرف اپنے نفس کے لئے اذان کہتا ہے۔ تو رفع صوت کی ضرورت نہین کیونکہ اذکار مین اصل باعتبار شرع اخفاء ہے اور نیز اسی سے یہ بھی معلوم ہوا کہ اذان بلند جگہ مین ہو اور یہ کہ اذان کے لئے بلند جگہ کا ہونا سنت ہے اور یہ بھی معلوم ہوا کہ مسجد مین اذان نہ دیجائے نہ مسجد سے بعید۔ اس عبارۃ سے واضح ہو گیا کہ کراہۃ اذان فی المسجد کا حکم اختلافی ہے۔ عجب نہین کہ اسی وجہ سے علامہ صاحب رد المحتار وہدایہ وغیرہ نے اسکو نقل نہین کیا۔ مجیب نے قہستانی سے مسجد مین اذان کا مکروہ ہونا تو نقل کیا لیکن قہستانی نے جو دوسرا قول اُسکے خلاف نقل کیا ہے اُسکو چھوڑ دیا۔ فیا للعجب

(۵) اس نمبر مین مجیب نے اُس اعتراض کا جواب دیا ہے کہ جو اُسکے استدلال پر حرم مکہ مکرمہ کے معمول سے واقع ہوتا تھا حاصل اعتراض یہ ہے کہ آپ اذان ثانی جمعہ کو مسجد مین مکروہ تحریمی کہتے ہین حالانکہ مکہ مکرمہ کے مسجد الحرام مین یہ اذان مسجد مین ہوتی ہے پس اگر یہ مکروہ تحریمی ہے تو تمام علماء و قضاۃ اور مفتیین حرم محترم امر حرام کے مرتکب ہوئے۔ حاصل جواب مجیب یہ ہے کہ زمان اقدس صلی اللہ علیہ وسلم

---

(۵) اسمین اطلاع ہے کہ اذان مین جہر ضروری ہے لوگونکی اطلاع کے لئے پس اگر اپنے نفس کیلئے اذان دے تو آہستہ سے دے کیونکہ وہی اصل ہے شرع مین جیسا کہ کشف المنار مین مذکور ہے نیز اسکی بھی اطلاع ہے کہ اذان دیجائے اونچی جگہ مین اور وہی سنت ہے جیسا کہ قنیہ مین ہے نیز یہ کہ مسجد مین اذان نہ دیجائے کہ وہ مکروہ ہے جیسا کہ نظم مین ہے اور جلابی مین یون مذکور ہے کہ اذان دیجائے مسجد مین یا اسجگہ جو مسجد کے حکم مین ہے نہ مسجد سے دور جگہ مین ۱۲

مین مسجد الحرام مطاف ہی تک تھی اور حاشیہ مطاف بیرون مسجد اور محل اذان تھا پھر بعد زمان اقدس حضور صلے اللہ علیہ وسلم جب مسجد بڑھائی گئی تو اذان کی جگہ مسجد سے خارج رہی تو اب بعد توسیع مسجد محل اذان مسجد کے حکم مین نہین بلکہ خارج از مسجد ہے۔

مجیب کے اس جواب مین چند دعوے ہین اول عجیب وغریب دعوے یہ ہے کہ حرم مکہ مکرمہ مین اسوقت جس جگہ جمعہ کے دن خطبہ کی اذان ہوتی ہے وہ جگہ مسجد سے خارج ہے اور اسکا حکم مسجد کا حکم نہین ہے اور وہ افعال جنکا مسجد مین کرنا جائز نہین ہے جیسا رفع صوت وغیرہ انکا اس جگہ کرنا جایز اور حلال ہے۔ دوسرا دعوے یہ ہے کہ جو جگہ بناء مسجد سے پیشتر وضو اور غسل کیلئے مقرر کی گئی تھی وہ ہر حال مسجد کی توسیع کے بعد مسجد سے خارج رہیگی۔ تیسرا دعوے یہ ہے کہ جو جگہ اذان کیلئے پہلے سے خارج از مسجد معین کی گئی تھی وہ بھی محل وضو پر قیاس ہوکر بعد توسیع مسجد بہرحال مسجد سے خارج رہیگی۔ چوتھا دعوے یہ ہے کہ حاشیہ مطاف بیرون مسجد اور محل اذان حضرت فخر عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ مین تھا۔

اب ان مجیب کے تمام دعاوی کے متعلق گفتگو کی ضرورت ہوئی پس سُنئے کہ مجیب کا پہلا دعوے تو بالکل غلط اور خلاف اجماع اُمت اور خلاف واقع ہے اسلئے کہ اسوقت مسجد الحرام مین جس جگہ جمعہ کی اذان ثانی دیجاتی ہے وہ قطعًا ویقینًا داخل مسجد ہے اور اُسکا احترام ایسا ہی واجب ہے جیسا کہ مسجد الحرام کے دوسرے حصون کا واجب ہے یعنی نہ وہان تھوکنا اور ناک سنکنا جائز ہے نہ پاخانہ پیشاب کرنا اور نہ جنبی اور حائضہ کا وہان کھڑا رہنا اور وضو اور غسل کرنا اور شور وغل مچانا یہ سب افعال مکروہ اور حرام ہین چونکہ یہ مضمون بدیہی ہے اور اس مسئلہ مین بجز مجیب اور انکے مصدقین کے تمام دنیا کے عوام اور خواص کا اتفاق ہے اس لئے دلیل کی حاجت نہین کیونکہ مجیب اور انکے مصححین اس مسئلہ مین تمام خواص وعوام امت کے مخالف ہین۔ دوسرا دعوے بھی مجیب کا غلط ہے کیونکہ مسجد کی توسیع کیوقت جو جگہ مسجد سے خارج تھی خواہ وہ وضو اور غسل کے لئے تھی یا اذان کے لئے یا بالفرض پاخانہ پیشاب کے لئے تھی جب اُسکو مسجد مین شامل کرنیکی نیت سے مسجد مین داخل کرلیا جاویگا تو وہ قطعًا اور یقینًا مسجد مین داخل ہوجاویگی اور اسکے بعد وہ فعل جسکا کرنا مسجد مین ناجائز ہے اُسکا اُس جگہ کرنا بھی ناجایز ہوگا چنانچہ جب مسجد الحرام کی توسیع کی گئی تو اُسکے گرد ہر چہار طرف لوگونکے مکان تھے نشستگاہین تھین اُنکے مکانون مین بول وبراز کی جگہ بھی تھی دار الندوہ بھی تھا لیکن تمام عوام وخواص اُمت محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اسپر اتفاق ہے کہ وہ سب

مکانات جو مسجد الحرام قدیم کے گرداگرد تھے خواہ محلّ نجاسات تھے یا غیر نجاسات وہ سبکے سب بعد توسیع مسجد الحرام مین داخل ہوگئے اور اب انمین سے کوئی جگہ بھی مسجد سے خارج نہین رہی اور انپر مساجد کے تمام احکام جاری ہوگئے مگر نہایت حیرت و تعجب ہے کہ مجیب اور انکے مصدقین کے نزدیک معلوم نہین محلّ اذان و وضو کیون ایسا نجس العین ہے کہ پاخانے تو مسجد مین داخل ہو جائین مگر محلّ اذان و وضو کسیطرح مسجد مین داخل نہو سکے اور اگر یہ محلّ نجاسات اور بول و براز کے مکانات جنمین لوگ رہتے تھے اور جنبی ہوتے تھے۔ عورتین حائضہ بھی ہوتی تھین۔ یہ سب کے سب مسجد الحرام سے مستثنےٰ رہے اور مسجد کے حکم مین داخل نہوئے تو مجیب اور انکے مصححین کے نزدیک اب بھی اُن مکانات مین وہ تمام افعال جو عموماً مساجد مین ناجائز ہین جائز ہونگے تو اسوقت جو مسجد الحرام ہے مطاف کے ماوراء اسمین مجیب اور انکے مصدقین کے نزدیک شور و غل کرنا اور تھوکنا سنک ڈالنا پاخانہ پیشاب کرنا اور جنب اور حائضہ کا کھڑا رہنا یہ سب افعال جائز ہوئے فانا للہ وانا الیہ راجعون۔

حیرت پر حیرت ہے کہ مجیب اور انکے مصدقین نے اسلام مین کونسا طریق اختیار کر رکھا ہے جسکی رُو سے ان تمام افعال قبیحہ کو مسجد الحرام مین کرنا جائز قرار دیتے ہین۔ یا تو یہان تک بڑھے کہ ہندوستان کی مسجدون مین بھی ہر مسجد کے اندر اذان دینا بھی مکروہ اور بے ادبی ہے اور ذرا ہی سی دیر مین پھر دوسری طرف اتنا چڑھے کہ مکہ مکرمہ زادہا اللہ شرفاً و تعظیماً کے اندر مسجد الحرام شریف مین تمام افعال قبیحہ کو جائز قرار دیدیا۔ فالی اللہ المشتکی ٥

این ہمہ ہا گفتن و دین پیمبر داشتن ہرگزم باور نمے آید ز قرآن و حدیث

تیسرا[۳] دعوی بھی غلط اور تمام فقہاءؒ کے خلاف ہے۔ اوّل وجہ غلطی یہ ہے کہ محلّ اذان پر مسجد سے خارج ہونیکا حکم غلط ہے اور اسکی غلطی ہم آیات قرآنیہ اور احادیث اور روایات فقہیہ سے ثابت کر چکے۔ دوسری[۲] وجہ غلطی یہ ہے کہ محل اذان کا محل وضو پر قیاس کرنا غلط ہے اور اسکی وجہ یہ ہے کہ مسجد مین وضو کے مکروہ ہونیکی علت توہم تلویث مسجد یا توہم امتہان مسجد ہے چنانچہ غُنیہ شرح منیہ مین ہے فالحاصل[۱] ان المساجد بنیت لاعمال الآخرۃ مما لیس فیہ توہم اھانتہا وتلویثہا مما ینبغی التنظیف منہ اور بعد اسکے لکھتے ہین وعلٰے[۲] ھذا الاصل یتفرع ما ذکروہ فی کتب الفتاوی

[۱] پس حاصل یہ ہے کہ مساجد ان اعمال آخرت کیلئے بنائی گئی ہین جنمین انکی اہانت اور تلویث کا توہم نہو کہ جنسے مسجد کا تنظیف رکھنا مناسب ہے ۱۲

[۲] اور اسی اصل پر متفرع ہین وہ مسائل جنکو فقہاء نے فتاوے کی کتابون مین ذکر کیا ہے جنکا بیان پہلے ہوچکا اور یہ کہ وضو کرنا مسجد مین مکروہ ہے مگر جبکہ اسمین کوئی جگہ ایسی ہو جو اسی کیلئے طیار کی گئی ہے کیونکہ وہ مسجد سے مستثنےٰ ہے اس صورت مین ۱۲

ماتقدم ومن انه يكره التوضي فى المسجد الا اذا كان فيه موضع اعد لذ لك لانه مستقذر منه حينئذٍ اس سے صاف واضح ہے کہ وضوء کی مسجد مین ممانعت اور کراہت حالانکہ وہ عبادۃ ہے اِس وجہ سے ہے کہ اوسمین تلویث یا توہم تلویث ہے اور اذان مین کہ وہ بھی اعمال آخرۃ سے ہے چونکہ کسی قسم کا امتہان اور تلویث کا توہم نہین ہے تو اُسکو وضو پر قیاس نہین کیا جا سکتا۔ علےٰ ہذا کنوان بھی اذان کا مقیس علیہ نہین ہو سکتا کہ اُسکی کراہۃ بھی باعتبار توہم تلویث ہے جو کثرت واردین کیوجہ سے متوہم ہے پس مجیب اور اُنکے مصدقین نے یہ قیاس ایسا قیاس کیا کہ مقیس مین خود حکم منصوص موجود ہے اور نیز مقیس اور مقیس علیہ مین علت جامعہ موجود نہین ہے اور ایسا قیاس اہل علم مین سے کسیکے نزدیک بھی جائز نہین ہے جسمین مقیس اور مقیس علیہ کے اندر علت جامعہ نہو یا مقیس مین حکم مصرح موجود ہو۔

چوتھا دعوےٰ مجیب کا محتاج ثبوت ہے اور مجیب نے اُسکے ثابت کرنیکے لئے کوئی دلیل قائم نہین کی اور اگر یہ ثابت بھی ہو جائے کہ حاشیہ مطاف پر کسیوقت اذان ہوئی ہے۔ تو پھر یہ بھی ثابت کرنا ضرور ہوگا کہ اذان ہمیشہ اُسی جگہ ہوتی رہی ہے کیونکہ اگر اذان حاشیہ مطاف پر مختلف جگہ ہوتی تھی تو پھر تمام مختلف مقامات کا مسجد سے خارج کرنا مجیب اور اُسکے مصدقین کو لازم ہوگا اور نیز اسکا بھی ثابت کرنا ضروری ہوگا کہ مطاف کا کنارہ جس جگہ اذان ہوتی تھی یہ وہی محل ہے جہان اب اس زمانہ مین جمعہ کی اذان ثانی ہوتی ہے اور نیز اُسکا بھی ثابت کرنا ضروری لازمی ہے کہ ہمیشہ یہ اذان حاشیہ مطاف پر ہوتی رہی ہے اور داخل مسجد کبھی نہین ہوئی اور دعوے سے کہا جا سکتا ہے کہ انشاء اللہ تعالےٰ مجیب اور اُنکے مصدقین قیامت تک بھی یہ ثابت نہ کر سکینگے پس چونکہ یہ دعوےٰ بلا دلیل ہے لہذا قابل اعتبار وسماعت نہین۔

(۲) اس نمبر مین بھی مجیب نے اُس اعتراض کا جواب دیا ہے جو مجیب کے استدلال پر حرم مدینہ طیبہ علی ساکنہا الف الف سلام وتحیہ مین جمعہ کی اذان سے وارد ہو رہا ہے۔ اعتراض کا حاصل یہ ہے کہ تم مسجد مین اذان ثانی جمعہ کو مکروہ تحریمی کہتے ہو حالانکہ حرم محترم مدینہ طیبہ مین یہ اذان مسجد کے اندر ہوتی ہے پس یا تو اُسکو بھی مکروہ تحریمی اور بدعت کہو اور وہان کے علماء اور قضاۃ اور مفتیون کو مبتدع اور مرتکب حرام بتاؤ اور اگر اُسکو جایز کہتے ہو تو پھر سب جگہ جواز کے قائل ہو پس مجیب نے اسکے دو جواب دیئے۔ پہلا جواب تو یہ لکھا کہ مدینہ طیبہ مین یہ اذان خطیب سے بہت بلکہ زائد گز کے فاصلہ پر ایک بلند مکبرہ پر کہتے ہین۔ طریق ہند کے تو یہ بھی خلاف ہوا۔ انتہےٰ

اہل علم اس جواب کا اندازہ خود فرما سکتے ہین کہ کیسا جواب ہے اور مجیب کو اُسکے اثبات مدعا مین کہان تک مفید ہے۔ حق یہ ہے کہ ان دونون اعتراضون نے مجیب کے ہوش ہیران کر دیئے ہین کہ سکوت کو دلیل عجز سمجھکر جواب تو دیتے ہین مگر یہ خیال نہین کرتے کہ یہ جواب جواب ہے یا نہین اور یہ بھی نہین خیال کرتے کہ یہ ہمکو مفید ہے یا مضر چنانچہ گذشتہ نمبر مین ناظرین بخوبی ملاحظہ فرما چکے کہ جواب نے کہان تک نوبت پہونچا دی اب دوسرے جواب کی حقیقت ملاحظہ فرمائیے۔ مجیب کا دعوےٰ تو یہ ہے کہ اذان جمعہ ثانی مسجد مین مکروہ تحریمی ہے اور جب اسپر اعتراض ہوا کہ یہ اذان مسجد الرسول صلی اللہ علیہ وسلم مین مسجد کے اندر ہوتی ہے تو اسکا جواب یہ فرماتے ہین کہ یہ اذان خطیب سے بیس۲۰ گز سے زائد فاصلہ پر ہوتی ہے۔ اور یہ بھی ہندوستان کے طریق کے خلاف ہے۔ اہل علم دیکھین اور غور فرمائین کہ اس جواب کو اعتراض سے کیا علاقہ ہوا؟ اور مجیب کے مدعیٰ کو اس جواب نے کیا فائدہ پہونچایا؟ مجیب اول تو یہ فرمائین کہ کیا آپنے ہندوستان کے تمام بلاد کے طریق کو دیکھا ہے؟ اور کیا آپ کو معلوم ہے کہ تمام بلاد مین ایک ہی طریقہ مروج ہے یا یہ کہ آپ نے بریلی کو تمام ہندوستان خیال فرما رکھا ہے۔ غالبًا اگر آپ دہلی اور سہارنپور وغیرہ کی جوامع کو دیکھتے تو کبھی ایسا نہ فرماتے کیونکہ ان بلاد مین اکثر جگہ اذان خطبہ منبر سے بیس۲۰ ذراع سے زاید ہی فاصلہ پر ہوتی ہے۔ علاوہ ازین امام سے قرب وبعد کو کراہت مین کوئی دخل نہین ہے کیونکہ کراہت کا دارمدار محض مسجد کے اندر ہونے پر ہے نہ قرب وبعد پر۔ کیونکہ مجیب کے قاعدہ کے موافق جو اذان کنارۂ مسجد پر ہوگی وہ ویسی ہی مکروہ ہوگی جیسے وسط مسجد اور امام کے متصل مسجد مین مکروہ ہوتی ہے۔ پس یہ جواب تو مجیب کا محض جہل اور بلا حقیقت ہے۔ دوسرا۲ جواب مجیب صاحب جب یہ تحریر فرماتے ہین کہ سوال یہ ہے کہ یہ مکبرہ قدیم ہے یا بعد کو حادث ہوا؟ اگر قدیم ہے تو مثل منارہ ہوا جو اذان کے لئے مستثنےٰ ہے اسکی نظیر موضع وضو اور چاہ ہے کہ قدیم سے جدا کر دئے ہین اور اگر حادث ہے تو اسپر اذان کہنا بالائے طاق پہلے یہی ثبوت دیجئے کہ وسط مسجد مین ایک جدید مکان ایسا کھڑا کر دینا جس سے صفوف قطع ہون کس شریعت مین جایز ہے قطع صف بلاشبہ حرام ہے

اہل علم وانصاف اس جواب کو بھی ملاحظہ فرمائین اور اندازہ کرین کہ کیا اہل علم کو یہ جواب زیبا ہے۔ اولاً مجیب لکھتے ہین کہ "سوال یہ ہے" اور نیز لکھتے ہین کہ "پہلے ثبوت دیجئے" معلوم نہین مجیب کس سے سوال کر رہے ہین اور کس سے ثبوت طلب کرتے ہین کیا سائل سے سوال کرتے ہین اور اسی سے ثبوت طلب کر رہے ہین جناب مجیب کو کیا اتنی بھی خبر نہین ہے کہ سوال اور طلب ثبوت

کسکا منصب ہے۔ اسجگہ مجیب اسقدر بدحواس ہین کہ اُنکو اپنی اور سائل کے منصب کی خبر نہین رہی اور
اُنکو اس سے غفلت ہو رہی ہے کہ سائل کون ہے؟ کہ سائل کو مجیب اور مجیب کو سائل سمجھ رہے ہین۔
مجیب کا منصب یہ تھا کہ اول ان دونون امرون مین سے کہ مکبرہ قدیم سے ہے یا مابعد کو حادث ہوا
خود ہی ایک امر کو ثابت کرتے اور جو امر ثابت و منقح ہوتا اسپر بحث کرتے کہ اگر قدیم سے ہونا ثابت ہوتا
تو اُسکو محل وضو اور چاہ پر قیاس کر کے مسجد سے خارج کرتے اور اگر حادث ہونا ثابت ہوتا تو اُسکو حرام
کہتے اور اسپر اذان دینا مکروہ تحریمی فرماتے لیکن اس جگہ مجیب سے غفلت ہوئی اور کوئی امر ثابت نکیا
بلکہ الٹا سائل سے سوال اور طلب ثبوت کرینگے۔ تاہم مجیب کا منشاء واضح ہو گیا کہ اُنکے نزدیک اگر یہ مکبرہ
جو حرم محترم مدینہ منورہ مین واقع ہے اگر قدیم سے ہے تو مسجد سے خارج ہے اور چونکہ مسجد سے خارج ہی اور اس
پر احکام مسجد کے جاری نہین ہوئے لہذا اذان دینا بھی اسپر جایز ہوا اور اسکی نظیر موضع وضو ہے جو قدیم
سے ہو کہ وہ مسجد سے مستثنے اور خارج رہیگی اور اُسکا حکم مسجد کا نہین ہوگا اور اسمین وضو کرنا اور استنجا
اور پیشاب کرنا اور تمام افعال کہ جسمین تلویث ہو سب جایز ہین۔ اس بحث کو ہم گذشتہ نمبر مین مفصل
عرض کر کے باطل کر چکے ہین جسکا خلاصہ یہ ہے کہ اس تقدیر کے بموجب جو مجیب تجویز کر رہے ہین اُنکے
نزدیک حکم شرعی یہ ہے کہ مسجد محترم مدینہ طیبہ کا مکبرہ جسپر اذان ثانی جمعہ کی دیجاتی ہے وہ مسجد شریف سے
مستثنے اور خارج ہے اور اسپر احکام مسجد جو احترام کے متعلق ہین جاری نہین ہین لہذا اذان بھی جو مسجد
مین ناجایز ہے اور مخالف احترام مسجد ہے وہ جائز ہو گئی تو اس سے ثابت ہوا کہ اس تقدیر پر معاذ اللہ
توبہ توبہ خاک بدہن اُس جگہ مین شور و غل مچانا وضوء استنجا کرنا پاخانہ پیشاب ڈالنا جنبی اور حائضہ
کا کھڑا رہنا اور وہ تمام افعال کہ جنمین تلویث اور اہانت مسجد ہو اور وہ افعال جو احترام مسجد کے بالکل
خلاف ہون مجیب کے نزدیک سب جائز ہین۔ بالجملہ اس تقدیر کے بموجب موضع اذان مسجد الحرام مکہ مکرمہ
کا اور مسجد محترم مدینہ منورہ کا اس بارہ مین ایک حکم ہے۔ صرف فرق اتنا ہی کہ مسجد الحرام مکہ مکرمہ مین
یہ افعال جنکا ادنی مسجد مین کرنا خلاف احترام اور قبیح ہے انکا مسجد الحرام مین مجیب کے نزدیک محلّ
اذان مین کرنا قطعًا و یقینًا جائز ہے کیونکہ مسجد الحرام کا محل اذان اُنکے نزدیک بموجب غلط خیال کے
یقینًا خارج از مسجد متعین ہو چکا اور مسجد محترم مدینہ طیبہ مین صرف ایک تقدیر کی بموجب یہ حکم صحیح ہے
اور نیز یہ بھی پہلے عرض ہو چکا ہے کہ مجیب کا یہ قیاس کہ محل اذان کو محل وضوء پر قیاس کرتے ہین
حسب قاعدۂ اصول غلط ہے۔ دوسری شق اس جواب کی مجیب نے یہ لکھی ہے کہ "اگر وہ مکبرہ توسیع مسجد
کے بعد حادث ہوا ہے تو اُسپر اذان کہنا بالائے طاق وسط مسجد مین ایک جدید مکان ایسا کھڑا کر دینا

جس سے قطع صف لازم آوے حرام ہے" یہ شق بھی غلط اور باطل ہے کیونکہ اگر یہ منبر بعد توسیع مسجد حادث ہوا ہے تو اسکو حرام کہنا باین وجہ کہ قاطع صف ہے صحیح نہین۔ اوّل تو اسوجہ سے کہ جسنے وہ مکبرہ شریفہ دیکھا ہے وہ شہادت دے سکتا ہے کہ وہ ہرگز قاطع صفوف نہین ہے کیونکہ وہ مکبرہ ایک عریش اور چھت ہے جو چار ستونوں پر قائم کیا گیا ہے اور وہ صفوف کیلئے مطلقاً قاطع نہین۔ مجیب نے بھی اسکو دیکھا ہے مگر غالباً یاد نہین رہا۔ علاوہ ازین بوجہ قطع صفوف اسکو حرام کہنا بھی بالکل غلط اور خلاف روایات فقہیہ ہے۔ دیکھو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب مسجد شریف کی تعمیر فرمائی تھی تو اسکے اندر کھجور کے ستون قائم کئے تھے جنکی یادگار قائم رکھنے کے لئے اب تک بجائے انکے پتھر کے ستون قایم ہین۔ چنانچہ اہل علم اور تمام زائرین پر واضح ہے اور ظاہر ہے کہ وہ قاطع صفوف تھے۔ تو کیا مجیب کے نزدیک نعوذ باللہ وہ فعل بھی حرام تھا اُسکے بعد عموماً بلاد اسلام مین مساجد بنائی گئین اور اُسکے وسط مین درمیانی دیوار اور دیوار مین محرابین قائم کی گئین اور وہ بھی قاطع صفوف ہین۔ تو کیا وہ بھی فعل حرام ہے چنانچہ سُنا ہے کہ مجیب کے والد نے بریلی کے ریلوے اسٹیشن پر ایک پختہ مسجد بنوائی ہے جسکی درمیانی دیوار اور دیوار مین ابواب قاطع صفوف ہین تو مجیب اور اونکے مصدقین کیا اسپر بھی حرام ہونیکا حکم لگائینگے ؟

علاوہ ازین فقہاء رح کی تصریحات سے معلوم ہوتا ہے کہ انہون نے اسی وجہ سے ایسے ضروری قواطع کو قاطع محرم قرار نہین دیا اور اسپر حرمت یا کراہت کا حکم نہین لگایا چنانچہ مبسوط امام سرخسی مین ہے والاصطفاف بین الاسطوانتین غیر مکروہ لانہ صف فی حق کل فریق وان لم یکن طویلا وتخلل الاسطوانۃ بین الصف کتخلل متاع موضوع او کفرجۃ بین رجلین وذلک لا یمنع صحۃ الاقتداء۔ پس جو ستون کہ مسجد مین بضرورت قائم کئے جائینگے انکا قایم کرنا نہ حرام ہوگا نہ مکروہ کیونکہ موافق روایت گذشتہ وہ ستون قاطع صفوف ہی نہین تو اس صورت مین اگر مکبرہ جداگانہ ستونون پر قائم کیا جاتا تو اُسکے ستونونکا بھی وہی حکم ہوتا جو مسجد کی چھت کے دوسرے ستونون کا حکم ہے۔ پس مجیب کا اُسپر عموماً حرمۃ کا حکم کرنا غلط اور خلاف روایات ہے اور اگر بفرض محال تسلیم کرلیا جائے کہ ایسا مکبرہ بنانا ناجایز ہے تو اس سے اذان فی المسجد کی کراہت ثابت نہین ہوسکتی۔ کیونکہ معترض تو استدلال اس سے کرتا ہے کہ مدینہ طیبہ کی مسجد محترم مین اذان جمعہ ثانی مسجد کے اندر ہوتی ہے خواہ مکان جایز کے اندر ہوتی ہے یا ناجایز کے تو اس سے ثابت ہوتا ہے کہ اذان کا مسجد مین مطلقاً دیا جانا جایز ہے اور مجیب کیطرف سے جواب یہ دیا جاتا ہے کہ اذان مسجد محترم مدینہ طیبہ مین مکبرہ پر ہوتی ہے اور ایسا مکبرہ مسجد مین بنانا حرام ہے تو اذان بھی مسجد مین حرام ہے۔ خدارا مجیب صاحب اور انکے مصدقین اور انکے تمام ہم خیال اصحاب ذرا بغور وانصاف انکے استدلال کو ملاحظہ فرماوین اور دیکھین

کہ کوئی ادنی اہل علم ایسا استدلال کرسکتا ہے کہ جو اشکال اربعہ مین سے کسی شکل پر بھی منطبق نہو۔ آجی حضرت معترض نے مکروہ سے کب استدلال کیا ہے جو آپ اُسکے جواب مین فرماتے ہین کہ اگر ناجایز طور پر بنا ہے تو اُسے ثبوت مین پیش کرنا کیا انصاف ہے" معترض کا استدلال تو صرف اس سے ہے کہ مسجد محترم مدینہ طیبہ مین اذان جمعہ ثانی عین مسجد مین ہوتی ہے تو سب جگہ جایز ہونا چاہئے اسکا جواب تاوقتیکہ مجیب اُس اذان فی المسجد کی حرمت ثابت نہ کرینگے ناممکن ہے۔ محض مکروہ کی حرمت سے اگر وہ ثابت بھی ہوجائے اصل اعتراض کا جواب ہرگز نہوا۔

(۷) اس نمبر کا حاصل یہ ہے کہ لکڑی کا ممبر بنانا سنتہ مصطفے صلے اللہ علیہ وسلم ہے اور اگر صحن کے بعد مسجد کی بلند دیوار ہو تو اسے قیام موذن کے لایق باہر کی جانب جالی یا کیواڑ لگایئن۔

لکڑی کے منبر بنانیکا سنت ہونا مسلم ہے چنانچہ اسکے متعلق متعدد احادیث صحاح مین موجود ہین لیکن حسب مذاق مجیب اگر اسکا یہ مطلب ہے کہ علاوہ لکڑی کے اور کسی چیز یعنی اینٹ پتھر وغیرہ کا منبر بنانا حرام اور ناجائز ہے تو یہ غلط ہے اور اگر یہ مطلب نہین ہی تو مسلم اور صحیح ہے لیکن اسپر مجیب یہ فرمایئن کہ اس امر مسنون کا خلاف تو جائز ہوا لیکن وہ امر مسنون سابق جسمین بحث ہو رہی ہے جو سائب بن یزید رضی اللہ عنہ کی حدیث مین آپکے نزدیک ثابت ہوچکا ہے کہ حضور اقدس صلے اللہ علیہ وسلم اور شیخین رضی اللہ عنہما کے زمانہ مین اذان خطبہ منبر کے سامنے ہوا کرتی تھی اُسکا خلاف کیون حرام ہوا؟ ان دونومین مابہ الفرق کیا ہے؟

باقی رہا اس نمبر کا دوسرا جز کہ اگر صحن مسجد کے بعد مسجد کی بلند دیوار ہو تو اُسے قیام موذن کے لایق تراش کر اسمین باہر کیجانب جالی یا کیواڑ لگایا جائے یہ اسی غلط خیال پر مبنی ہے جسکی بحث مفصلاً پہلے مذکور ہوچکی کہ جمعہ کی اذان ثانی مسجد مین مکروہ ہی اور پہلے بدلائل ثابت ہوچکا ہی کہ یہ خیال غلط ہے۔

علاوہ ازین مجیب کو اس دعوے سے پیشتر دلائل شرعیہ کیساتھ ثابت کرنا تھا کہ موذن کا امام کے سامنے عین محاذاۃ مین بلا حائل کھڑا ہونا ضروری ہی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانۂ اقدس مین باب مسجد جسکے باہر اذان ہوتی تھی عین محاذاۃ مین تھا اور کوئی حائل درمیان مین نہ تھا۔ روایات سے یون معلوم ہوتا ہے کہ موذن کا امام کے سامنے عین محاذاۃ مین ہونا ضروری نہین ہی۔ چنانچہ جامع الرموز کی گذشتہ روایت اسپر دلالت کرتی ہے۔ بین یدیہ ای بین الجہتین المسامتتین لیمین المنبر او الامام ویسارہ قریبا منہ ووسطھما فیشتمل ما اذا اذن فی زاویۃ قائمۃ او حادۃ او منفرجۃ۔ واللہ تعالی اعلم وعلمہ اتم واحکم

اصلاح بلسانہ واعتقدہ بجنانہ

العبد الحقیر الضعیف خلیل احمد وفقہ اللہ للتزود لغد